Online Unani Herbal Consultation
044-28481344 E-mail:drameen@vsnl.net
for Sinusitis ★Joints Pain ★infertility ★nervous ★debility ★Obesity ★beauty & Hair Care
in public interest by **Dr. Syed M.M. Ameen**
B.U.M.S. (OSM)., M.D. (Herbal Med).,
Ph.D. (MED)., M.N.S.A. (IND)
S.K's Herbal Medical Hospital & Research Centre
36, J.J.K. Road, Royapettah, Chennai-600014 INDIA

''اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

حکومت سے منظور شدہ ایکسپورٹ ہاؤس
سپر ٹینری لمیٹیڈ
● برنشڈ بف کاف ● فیشن ایبل لیدرز ● اٹل پل اپ ● انڈسٹریل سیفٹی بوٹ لیدرز ● نوبک ● واٹر پروف لیدرز ● گارمنٹ نپا ● شوائنڈ بوٹ اپرز
SUPER TANNERY LIMITED
(A Government Recognised Export House)
187/170, JAJMAU ROAD, KANPUR-208010 (INDIA)
Tel:+91-512-2460137,2465362,2462138,2461079
Fax:+91-512-2460792,2462227,
Email:supertannery@satyam.net.in
Website:www.supertannery.org

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۲۱ ● ۴/مارچ ۲۰۰۹ء ● 4 March 2009 ● بدھ ● ۶/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ ● قیمت= Rs.5/ ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲/ریال ● Posting: 2 March 2009 Monday

برطانیہ بھی اسرائیل کا حامی

لندن۔ بحرین کے شہزادہ شیخ سلمان بن حماد بن عیسیٰ الخلیفہ نے اسکائی ٹیلی ویژن پر کہا کہ اگر ہمیں عرب۔ اسرائیل کا مسئلہ حل کرنا ہے تو ایک فریق کی قیمت پر دوسرے فریق سے دوستی کا نظریہ ترک کرنا پڑے گا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ محسوس کرتے ہیں کہ برطانیہ بھی اسرائیل نواز ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم بھی یہ محسوس کرتے ہیں تاہم انھوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مغربی ایشیا کے مسئلہ کے حل میں برطانیہ کو شامل نہیں کرنا چاہتے۔ ہمیں اس کے تعاون کی اب بھی ضرورت ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ مزید غیر جانبداری سے کام لے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ مسئلہ کا حل امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ ابھی تک نئے صدر بارک اوباما نے اپنے پیش رو سے زیادہ مثبت پیغام دیا لیکن ان سے زیادہ امیدیں وابستہ کرنا قبل از وقت ہوگا۔

غزہ کی تعمیر نو کیلئے امریکی امداد

واشنگٹن۔ امریکہ نے غزہ پر اسرائیلی حملے کے بعد وہاں تعمیر نو کے کام کے لئے ۹۰ کروڑ ڈالر دینے کا منصوبہ بنایا ہے۔ ایک افسر نے کہا کہ اس رقم کے لئے امریکی کانگریس کی منظوری کی ضرورت ہے اور یہ اقوام متحدہ و دیگر اداروں کے توسط سے تقسیم کی جائے گی۔ اس میں مزاحمتی گروپ حماس کو شامل نہیں کیا جائے گا۔

افغانستان میں نیوزی لینڈ کی فوج

ولنگٹن۔ نیوزی لینڈ نے افغانستان میں اپنے فوجیوں کی تعیناتی کی مدت ستمبر ۲۰۱۰ء تک بڑھا دی ہے۔ وزیر اعظم جان کی نے یہ اطلاع دی۔ کابل کے مغرب میں واقع صوبہ بامیان میں تعمیر نو کے کام پر مامور ۱۴۰ ممبران پر مشتمل ۱۴۰ فوجیوں کی مدت اس سال ستمبر میں ختم ہونے والی تھی۔ واضح رہے کہ افغانستان میں نیوزی لینڈ کے فوجی دسمبر ۲۰۰۰ء سے تعمیر نو پر کام کرنے والی وہاں کی ٹیم ۲۰۰۳ء سے ہے۔

مشرقی یروشلم اسرائیل کے نشانے پر

یروشلم۔ یہاں اسرائیلی کنٹرول والی میونسپلٹی ۱۵۰۰ فلسطینیوں کو بے دخل کرنے اور مقبوضہ شہر کے مشرق میں ۸۰ سے زائد گھروں کو مسمار کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔ سلوان خطے کی دفاعی کمیٹی کے رکن فخری ابو دائب نے اس کی جانکاری دیتے ہوئے کہا کہ انہدام کی ہدایت دے دی گئی ہے اور کہا یہ جا رہا ہے کہ خطے میں مکانات اجازت کے بغیر بنائے گئے ہیں جبکہ اصل مقصد فلسطینیوں کو بے دخل کرنا اور اسرائیل عرب آبادی کو مرحلہ وار شہر بدر کرنا ہے کیونکہ اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ یروشلم اسرائیل کی غیر منقسم راجدھانی ہے اور فلسطینی مشرقی یروشلم کو آزاد فلسطینی ریاست کی راجدھانی بنانا چاہتے ہیں۔

امریکہ کی فلسطین پالیسی بدلے

تہران۔ ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر علی لاریجانی نے کہا کہ امریکہ جیسے ممالک کے لئے جو تبدیلیوں کے دعوے کر رہے ہیں انہیں اپنے دعووں کو ثابت کرنے کے لئے فلسطین کے بارے میں اپنی پالیسی بدلنی ہوگی۔ اگر امریکی حکام فلسطینی قوم کے حقوق تسلیم کر لیتے اور فلسطینیوں کو ان کی سرزمین دے دی جاتی تو یہ حقیقی تبدیلی ہوتی بصورت دیگر امریکی حکومت محض کھوکھلے نعرے لگا رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ دنیا سادہ لوح نہیں ہے وہ امریکیوں کی کارکردگی پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

تشدد پر یقین رکھنے والے لوگ مسلمانوں پر انگلی نہیں اٹھا سکتے

وشو ہندو پریشد نے ایک بار پھر مدارس کے خلاف شور مچانا شروع کر دیا ہے۔ ممبئی حملے سے حوصلہ پاکر وشو ہندو پریشد ہی نہیں بی جے پی بھی دہشت گردی کی آڑ میں مدارس اسلامیہ کو نشانہ بنا رہی ہے۔ ان سے الٹے سیدھے سوالات کئے جا رہے ہیں۔ ان کی وطن پرستی پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ وشو ہندو پریشد کے جنرل سکریٹری پروین توگڑیا اکثر یہ کہتے ہیں کہ مدارس دہشت گردی کی نرسری ہیں۔ ان پر پابندی کے بغیر دہشت گردی پر قابو پانا مشکل ہے۔ اس بار تو کوچی میں مدارس کے خلاف بیان بازی اور زہر افشانی میں اتنے آگے نکل گئے کہ انھوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ عالمی کساد بازاری کی اصل وجہ یہ ہے کہ مسلم ممالک نام نہاد جہادیوں کو بچانے کے لئے اپنی تمام توانائی جھونک رہے ہیں۔ اس سے قبل بی جے پی کے لیڈر ونے کٹیار نے ملک میں مسلمانوں کے سب سے باوقار اور بڑے ادارہ دارالعلوم دیوبند کو ہی دہشت گردوں کی پناہ گاہ قرار دیتے ہوئے اس پر دہشت گردی کا الزام لگا دیا تھا لیکن جب دارالعلوم نے مسٹر کٹیار اور اس قبیل کے دوسرے فرقہ پرست لیڈروں کو وہاں آنے کی دعوت دی تاکہ وہ یہ دیکھیں کہ کس چیز کی تعلیم دی جاتی ہے تو پیچھے ہٹ گئے کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ دارالعلوم یا دیگر مدارس اسلامیہ کی تعلیم کا جائزہ لینے کے بعد انہیں حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے غلطی کا اعتراف کرنا پڑے گا اور اپنی رائے بدلنی پڑے گی۔

حال ہی میں وشو ہندو پریشد نے حد ہی کر دی۔ اس کی دھرم رکشک پریشد نے دارالعلوم سمیت ملک کی تیرہ بڑی مسلم تنظیموں کو خط لکھ کر یہ پوچھا کہ ہندوستانی مسلمان ملک کو دارالحرب مانتے ہیں یا دارالامن۔ یہ سوال ممبئی سے کیا گیا تھا جہاں دو ہفتے قبل وشو ہندو پریشد نے ہندو سادھو سنتوں کا سمیلن منعقد کیا تھا۔

حالانکہ اس سوال کا جواب پہلے ہی سے فتاویٰ دارالعلوم اور فتاویٰ رحیمیہ جیسی کتابوں میں فتوے کی شکل میں موجود ہے لیکن وشو ہندو پریشد تو صرف نفرت کی سیاست کرنا جانتی ہے، اسے ماضی کے حقائق سے کیا مطلب۔ اسی لئے انگریزی اخبار 'میل ٹوڈے' نے ۲۵ فروری کے اپنے اداریے میں اس بات کے لئے پریشد کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے کہا ہے کہ پریشد کو تاریخ کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ دارالعلوم اور جمعیۃ علماء ہند نے ۱۹۴۷ء میں ہی ملک کی آزادی کے وقت ہندوستان کو دارالامن قرار دے دیا تھا۔ یہی نہیں جمعیۃ علماء ہند نے ملک کی تقسیم کی بھی مخالفت کی تھی۔ اس لئے کہ انہیں یقین تھا کہ مسلمانوں کو یہاں ایک ایسے ملک اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ رہنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی جہاں حکومت منتخب کی جاتی ہے۔ پریشد نے یہ مسئلہ آئندہ ہونے والے عام لوک سبھا انتخابات کو پیش نظر رکھ کر اٹھایا ہے۔ اگر ماضی کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند نے جدوجہد آزادی میں اہم رول ادا کیا جبکہ سنگھ پریوار اور اس کی ذیلی تنظیموں جن میں وشو ہندو پریشد بھی شامل ہے، کے رول پر سوالیہ نشان لگا ہوا ہے۔

بہرحال دارالعلوم اور جمعیۃ علماء ہند نے ایک بار پھر پریشد کے سوال پر یہ وضاحت کر دی کہ ہندوستان مسلمانوں کی نظر میں دارالامن ہے یعنی مسلمانوں کے تئیں دوستی کا جذبہ رکھنے والا ملک ہے۔ دارالعلوم کے نائب مہتمم مولانا عبدالخالق مدراسی کا کہنا ہے کہ ایک ایسا ملک جہاں آپ اپنی حکومت خود منتخب کرتے ہیں دارالحرب کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر اب بھی پریشد کو شک ہے تو اس بارے میں ایک فتویٰ بھی جاری کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ انھوں نے یہ وضاحت بھی کر دی کہ ۱۸۰۳ء میں مولانا شاہ عبدالعزیز نے ہندوستان کو جو دارالحرب قرار دیا تھا اس وقت صورت حال یہ تھی کہ انگریزوں کی حکومت ہندوستانی مسلمانوں کی دشمن تھی، ملک کو دارالحرب قرار دے کر انگریزوں کے خلاف لڑائی چھیڑی گئی تھی۔

جو تنظیمیں خود تشدد، فرقہ وارانہ فسادات، نفرت و دشمنی، سماج کی تقسیم اور ملک کو توڑنے میں یقین رکھتی ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ دوسرے کی حب الوطنی پر شبہ کرنے کا حق ہی نہیں رکھتیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ انہیں مسلم اداروں اور تنظیموں سے مذکورہ سوالات کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہئے کہ وہ خود کہاں کھڑی ہیں؟ ان کی پالیسی اور عمل کیا ہے؟ تیسری بات یہ ہے کہ وہ ہوتی کون ہیں اس طرح کے سوالات کرنے والی؟ چوتھی بات یہ ہے کہ انہیں اس کا حق کس نے دیا کہ اداروں، تنظیموں اور عوام سے حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ مانگیں اور ان کے اچھے اور برے ہونے کا فیصلہ سنائیں۔ جن کا تحریک آزادی سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں تھا بلکہ ان کے بانی رہنماؤں نے انگریزی حکومت سے معافی مانگ کر ملک کا سودا کیا۔ آج بھی ان کے پیروکاروں کے نزدیک نہ ملکی آئین، عدلیہ، سیکولرزم اور جمہوریت کی قدر ہے اور نہ ہی قومی پرچم کا احترام، وہ خود ہی قومی پرچم پر اپنے زعفرانی جھنڈے کو ترجیح دیتے ہیں اور ناگپور میں آر ایس ایس کے دفتر پر قومی پرچم لہرانے کی مخالفت کرتے ہیں اور ملک کی آزادی کا کوئی جشن نہیں مناتے۔ وہ آج ملک کے ٹھیکیدار بن گئے ہیں۔ ملکی آئین اور حکومت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے لوگوں سے حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ مانگ رہے ہیں۔ یہ تو مسلم اداروں اور تنظیموں کی شرافت ہے کہ انھوں نے ان کے سوالات کے جواب دے دیئے ورنہ انہیں الٹے ہی وشو ہندو پریشد، بی جے پی اور ان کی مادر تنظیم سے ایسے سوالات کر کے انہیں بے نقاب کرنا چاہئے۔

یہ ممبئی حملے کا اثر ہے کہ آج فرقہ پرست تنظیمیں بڑھ چڑھ کر بیان بازی کر رہی ہیں۔ اجودھیا ایشو کی چمک دمک ختم ہونے کے بعد وہ مدارس اور مسلم تنظیموں کو نشانہ بنا رہی ہیں ورنہ جب تک مالیگاؤں بم دھماکے کی انکوائری میں نت نئے انکشافات ہو رہے تھے اور مہاراشٹرا اے ٹی ایس کے سابق سربراہ ہیمنت کرکرے، جن کو ایک سازش کے تحت ممبئی حملوں کے دوران مار دیا گیا، ملک کے اکثریتی فرقہ خصوصاً فرقہ پرست تنظیموں کی ہندتو دہشت گردی کو بے نقاب کر رہے تھے اور مالیگاؤں سے لے کر بنگلور، حیدر آباد، اجمیر اور سمجھوتہ ایکسپریس جیسے دھماکوں تک ہندتو دہشت گردی کے تار جڑ گئے تھے اور اگر یہ سلسلہ چلتا رہتا تو پورے ملک کے تمام بم دھماکوں میں ہندتو دہشت گردی ثابت ہو جاتی جیسا کہ فرقہ وارانہ فسادات صرف ان ہی کے ذریعے برپا کئے جاتے ہیں۔ غرضیکہ جن کا دامن خود داغدار ہے اس پر خون کے چھینٹے دور سے ہی نظر آ رہے ہیں اور کئی تحقیقاتی کمیشنوں نے اسے ثابت بھی کیا، ایسے ملک توڑنے والوں کو دوسروں سے حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ مانگنا زیب نہیں دیتا۔ (ص ن)

خود غرضی کی سیاست کی تباہ کاریاں

جنوبی ایشیا کا خطہ اور اس کے اطراف و جوانب کے علاقے اس وقت سخت سیاسی بے چینی اور بدامنی کا شکار ہیں، یہ خطہ اندرونی اختلافات اور بدامنی اور بیرونی ریشہ دوانیوں کا سامنا کر رہا ہے۔ خطہ کا آبادی اور رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہندوستان ہے جس کو ایک رول ماڈل بننا چاہئے اور قائدانہ رول ادا کرنا چاہئے لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے اس کے پڑوسی بھی شاکی ہیں اور شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پاکستان کے ساتھ تو اس کی مخاصمت بہت پرانی اور تاریخی ہے۔ دوسرے پڑوسیوں کے ساتھ بھی بہت اچھے اور خوشگوار تعلقات نہیں ہیں۔ خواہ وہ مسئلہ نیپال کا ہو، سری لنکا کا ہو یا بنگلہ دیش کا۔ ان ملکوں کو ہندوستان سے شکایتیں ہیں تو ہندوستان کو ان ملکوں سے شکایتیں ہیں۔ جہاں تک ہندوستان کے اندرونی حالات کا تعلق ہے تو اس وقت یہاں عام انتخاب کی صدائے بازگشت سنی جا رہی ہے۔ ابھی حالانکہ الیکشن کی تاریخوں کا اور نہ اس کے شیڈول کا کوئی اعلان ہوا ہے تاہم اندازہ ہے کہ اپریل، مئی میں عام انتخاب ہوں گے۔ سیاسی پارٹیوں کی کارکردگی ساٹھ برس گزر جانے کے بعد بھی تسلی بخش نہیں ہوسکی ہے۔ ملک کے اندر سیاسی بے چینی بھی ہے اور بدامنی کا مسئلہ بھی درپیش ہے۔ شورش پسندی پر ابھی تک مکمل طور پر قابو نہیں پایا جاسکا ہے۔ سیاسی پارٹیاں عوام کی خواہشات اور امنگوں پر کھری نہیں اتر پائی ہیں اور دن گزرنے کے ساتھ ساتھ ان پر سے عوام کا اعتماد اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ آزادی کے ان ساٹھ برسوں میں اگرچہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ فوج نے کمان سنبھالی ہو اور نہ ایسا ہوا کہ انارکی پھیلی ہو۔ انتخابات مستقل ہوتے رہے ہیں۔ ایمرجنسی کے استثنیٰ کے ساتھ ہر پانچ سال پر عام انتخاب ہوئے ہیں۔ لیکن عوام نے جہاں ابتدائی چند سالوں تک ایک پارٹی پر مکمل اعتماد کیا وہیں ایمرجنسی کے بعد یہ صورتحال بالکل بدل گئی اور اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ کسی بھی سیاسی پارٹی پر عوام کا مکمل اعتماد نہیں ہے۔ پچھلے چند برسوں سے مخلوط حکومت کی تشکیل اس کا بین ثبوت ہے۔ لیکن اس تجربے سے بھی عوام کی خواہشات پوری نہیں ہوسکی ہیں۔ سیاسی عمل بلکہ انتخابی عمل میں عوام کی شرکت کو گرمجوشی سے ہرگز تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن سیاستدانوں نے اس سے اب تک کوئی سبق نہیں سیکھا ہے۔ یہ صورتحال بڑی خطرناک ہے، اس پر سے بیرونی دباؤ بھی حالات کو سدھرنے نہیں دے رہا ہے۔

پڑوسی پاکستان میں جمہوری عمل کی بحالی سے یہ امید پیدا ہوئی تھی کہ اب وہاں کے سیاستداں ہوش کے ناخن لیں گے اور اپنی تاریخ سے سبق سیکھیں گے۔ اتحاد و اتفاق کی راہ نہ پکڑنے کا پاکستان کو خمیازہ بھگتنا پڑا ہے وہ اس سے سبق سیکھ کر اب باہمی اختلافات کو میز پر حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ سڑکوں اور گلیوں میں باہم دست وگریباں نہیں ہوں گے۔ لیکن پاکستانی سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے نے اس امید پر پانی پھیر دیا، اس نے پاکستان کو ایک بار پھر ایک ایسے بھنور میں لاکر پھنسا دیا ہے جس سے اس کا نکلنا بہت مشکل ہے۔ پاکستانی حکومت نے اس فیصلے کی بنیاد پر جس طرح کی کارروائیاں کی ہیں وہ یہ بتا رہی ہیں کہ جیسے وہ اسی دن کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے نہ صرف صوبہ پنجاب کی منتخب حکومت کو رخصت کر دیا اور وہاں گورنر راج نافذ کر دیا بلکہ اب وہاں پیپلز پارٹی کے راج کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ دوسری طرف میاں محمد نواز شریف نے اپنی احتجاجی تحریک کا آغاز کر دیا ہے جو عدم تعاون کی تحریک میں تبدیل ہوتی نظر آ رہی ہے۔ اس نے پاکستان کو ایک میدان جنگ بنا دیا ہے۔ جو پہلے سے افغانستان اور بلوچستان کے موجودہ حالات کی مار جھیلتا چلا آ رہا ہے۔ اس نے پاکستان کو بدامنی سے دوچار کر دیا ہے جہاں پہلے بھی امن وامان کی صورتحال خراب تھی۔ ادھر بنگلہ دیش کے حالات بھی اچھے نہیں ہیں۔ شیخ حسینہ واجد کی غیر معمولی کامیابی سے اس کی امید پیدا ہوئی تھی کہ اب وہاں سیاسی آویزش کے دور کا خاتمہ ہو جائے گا جو دونوں بیگمات کی ملک کو ایک دین ہے جس نے بنگلہ دیش کو رسوا کیا ہے۔ اچانک وہاں بنگلہ دیش رائفلز کی بغاوت نے ایک نئی صورتحال پیدا کر دی ہے۔ گو کہ حکومت یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ انھوں نے اسلحہ پھینک دیا ہے اور حکومت کی بالادستی قبول کر لی ہے۔ لیکن اس کے جو اسباب بتائے جاتے ہیں وہ بہت خطرناک ہیں۔ ادھر ایک تیسرے پڑوسی سری لنکا میں وہاں کی حکومت تمل باغیوں کی سرکوبی میں مصروف ہے۔ وہ انہیں بالکل اکھاڑ پھینکنے کی منصوبہ بندی پر عمل کرتی نظر آ رہی ہے۔ حکومت تو یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ اس نے باغیوں کی کمر توڑ دی ہے اور انہیں دیوار سے لگا دیا ہے۔ اب ان کے دوبارہ سر اٹھانے کی امید نہیں ہے۔ تاہم یہ یقین سے کہنا اب بھی مشکل ہے کہ باغیانہ رجحانات اب دوبارہ سر نہیں اٹھائیں گے۔ پڑوسی ملکوں کے یہ حالات ایک دوسرے کو متاثر کر رہے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ صورتحال خود غرضی کی سیاست کی دین ہے۔ مذکورہ تینوں ملکوں کا کم وبیش یہی حال ہے۔ (ش ر)

بلاتبصرہ

یہ درست ہے کہ جن لوگوں نے منگلور کے پب میں لڑکیوں کو مارا یا ان کے کپڑے پھاڑے ان کا یہ عمل غیر مناسب تھا۔ تشدد اور خواتین کے ساتھ بدسلوکی برداشت نہیں کی جانی چاہئے۔ لیکن یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ لوگوں نے آئین کی دہائی دیتے ہوئے بتایا کہ لڑکیاں وہ سب کام کرسکتی ہیں جو لڑکے کرتے ہیں۔ تو کیا جو حرکت مرد کھلے عام کرتے ہیں وہ لڑکی بھی کرے؟ اپنا محاسبہ کریں اور سوچیں کہ اگر آپ کے گھر کی کوئی لڑکی پب کلچر اپنائے یا شراب کی قطار میں کھڑی ہو کر شراب خریدے یا گٹکھا کھائے تو کیا آپ اسے ایسا کرنے دیں گے؟

پورن کانڈپال، روہنی، دہلی
راشٹریہ سہارا، ۲۷ فروری ۲۰۰۹ء

خبر ونظر

امریکی صدر کو ایک مشورہ

مغرب کے ایک دانشور نے اوباما کو مشورہ دیا ہے کہ عالم اسلام سے مکالمہ کی کوشش نہ کریں، کیونکہ ''عالم اسلام نام کی کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہیں ہے''۔ یہ ''دانشور'' ہے اولیور رائے جو یو سی برکلے یونیورسٹی میں وزیٹنگ پروفیسر ہے اور مشرق وسطیٰ کے امور کا ''ماہر'' سمجھا جاتا ہے۔ ایس ایف گیٹ ڈاٹ کام کے مطابق اولیور رائے کا کہنا ہے کہ ''جس چیز کو ''مسلم ورلڈ'' کہا جاتا ہے، وہ کوئی ایک اکائی نہیں ہے، بلکہ مقامی اور علاقائی حالات و مسائل کی وجہ سے مختلف حصوں میں بٹی ہوئی ہے اور بعض حصے آپس میں دست وگریباں ہیں۔ فلسطین میں حماس کی تحریک ایک قومی تحریک ہے جس نے ہلکا سا اسلامی لبادہ اوڑھ رکھا ہے''۔ ''دانشور'' کا کہنا ہے کہ ''اگر امریکی صدر بارک اوباما ''مسلم ورلڈ'' کی بات کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مغربی دنیا اسامہ بن لادن کی یہ تعبیر تسلیم کرتی ہے کہ دنیا دو حصوں میں منقسم ہے — مغربی اور مسلم — اور مسلم دنیا کا بہترین محافظ القاعدہ ہے۔ یہ سوچنا غلط ہوگا۔ اوباما کو چاہئے کہ مسلم ملکوں کو ایک اکائی سمجھ کر اس سے خطاب کرنے کی بجائے مسلم ملکوں میں مغرب کی بہترین ''جمہوری'' اور ''سیکولر'' اقدار کو فروغ دینے کی کوشش کریں''۔

تشویش کے اظہار کی دو صورتیں

جب سے بارک اوباما نے مسلم دنیا کے ساتھ مکالمے کی بات کہی ہے، مغربی دنیا کے کچھ حلقوں میں سخت تشویش پائی جاتی ہے۔ اس تشویش کا اظہار دو صورتوں میں کیا جا رہا ہے۔ اسلام کی کردار کشی کی مہم میں تیزی اور مسلم دنیا یعنی مسلم امہ کو بے حقیقت قرار دینے کی نئی کوشش۔ اولیور رائے کا یہ تبصرہ اُسی کوشش کی کڑی ہے۔ ذہنیت اس کے پیچھے یہ ہے کہ چونکہ اس وقت امریکہ کا کوئی مدمقابل نہیں ہے، کسی بھی لحاظ سے نہیں، تو پھر خواہ مخواہ ایک مدمقابل یا حریف کیوں پیدا کیا جائے، اسلام اور عالم اسلام کو کیوں اہمیت دی جائے۔ ہاں اسلام اور مسلمانوں کو 'جمہوریت' آزادی، سیکولرزم اور ترقی کے مخالف قرار دے کر ان کے خلاف پروپگنڈا جاری رکھا جائے، مسلم دنیا کے قدرتی مالی وسائل پر قبضہ کیا جائے اور اس کے خلاف ہر وہ کارروائی کی جائے جس سے وہ کمزور ہوسکتی ہو۔ یہ مہم آج کل امریکہ سمیت پوری مغربی دنیا میں زوروں پر ہے۔ ہزاروں ویب سائٹس، بلاگس اور پورٹلس دن رات اس کام میں مصروف ہیں۔ بعض چیزیں مسلم ناموں سے بھی آ رہی ہیں۔ عقائد اسلام خاص نشانے پر ہیں۔ مسلم دنیا کے ساتھ مکالمہ کی تجویز پر اوباما کو خود ڈیموکریٹک پارٹی کے بعض ارکان مطعون کر رہے ہیں۔

اس کی تہہ میں ایک خوف ہے

لیکن اگر اس پوری مہم کا تجزیہ گہرائی کے ساتھ کیا جائے تو اس کی تہہ میں وہ خوف آسانی کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے جو عقائد اسلام کی مضبوطی، اخلاقیات اسلام کی بلندی اور نظام اسلام کی معقولیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ اسلام ہی واحد قوت اتحاد (یونیفائنگ فورس) ہے جو رنگ ونسل اور علاقہ وزبان کے بھید بھاؤ کو مٹا کر انسانوں کو ایک لڑی میں پرو دیتی ہے۔ یہ لوگ زبان سے جب یہ کہتے ہیں کہ مسلم دنیا ایک اکائی نہیں ہے تو دل کی اس آواز کو دبا کر کہتے ہیں کہ مسلم دنیا ہی انسانوں کی واحد اکائی ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر وہ کہیں کہیں قوم پرستی، لسانی عصبیت اور مسلکی سوچ میں بٹی ہوئی ہے تو مسلم حکمرانوں کی نادانیوں اور دشمنان اسلام کی سازشوں سے بٹی ہوئی ہے۔ اگر مسلم حکمرانوں اور مغرب کے نام نہاد مسلم دانشوروں کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو پوری امت متحد، متفق اور ایک نظر آئے گی۔ اوباما کے مشیر بھی اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ علماء اور حکمرانوں کے لاکھ اختلافات کے باوجود امت مسلمہ ایک ہے۔ اور اسے ایک بناتا ہے اس کا ایمان۔ یہی اس کی قوت ہے جس سے مغرب کے بعض دانشور مفاہمت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں (پ ر)

تعمیر وترقی کے نام پر افغانستان کو تباہ کیا جا رہا ہے

افغانستان میں امریکہ نے اپنے ایک غلام کٹھ پتلی حامد کرزئی کو صدر مقرر کر دیا جیسے ہر دور میں سامراجی طاقتیں اپنی نو آبادیات میں کرتی رہی ہیں۔ لیکن صلیبی جنگ کا نعرہ لگانے والے جارج ڈبلیو بش نے طالبان کے اسلامی نظام کے نفاذ کے عزم و ارادے کو سبوتاژ کرنے کے لئے جو انسانیت سوز تاریخ ترتیب دی دنیا کی تاریخ میں شاید کوئی دوسری مثال ایسی نہیں ملے گی کہ نو آبادیات میں بھی خود کو قائم و دائم رکھنے کے لئے وہاں کے تمام عوام نہ سہی ایک بڑے طبقے کے دل جیتنے کی کوششیں اور تدابیر کی جاتی رہی ہیں جبکہ امریکہ نے افغانستان کو نہ صرف دینی لحاظ سے اخلاقی، سیاسی، اقتصادی، معاشی و معاشرتی، تہذیبی، انسانی عماراتی ہر لحاظ سے تباہ و برباد ہی کیا ہے۔ جہاں تعمیر وترقی اور فلاح و بہبود کی کاغذی خانہ پری کرتے ہوئے دولت بھی بھیجی جا رہی ہے لیکن وہ عملاً افغانستان کی سرزمین کی ترقی پر نہیں صرف کی جاتی بلکہ وہاں ظلم وجبر، استحصال اور تباہی و بربادی کے پہاڑ توڑنے والے زرخرید غلاموں کے ضمیروں کو خریدنے پر یہ دولت پانی کی طرح بہائی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں پہلے جہاں ایک مدت تک سوویت یونین کی سرخ یلغار نے تباہی و بربادی مچائی تھی پھر سوویت یونین نے جاتے جاتے جن غلاموں کو وہاں مقرر کر دیا تھا انھوں نے اور پھر امریکہ، روس اور دوسری کمیونسٹ و کیپٹلسٹ طاقتوں کی سازشوں کے نتیجے میں خانہ جنگی اور برادر کشی میں ملوث قسمت آزماؤں نے اس ملک کو تعمیر وترقی اور فلاح و بہبود سے روشناس کرانے کے لئے کوئی منصوبہ بندی کرنے کی بجائے اس کو کھنڈروں کے گڈھوں اور ٹیلوں کی شکل میں تباہ شدہ آثار قدیمہ کا نمونہ بنانے کا ہی کام کیا۔ یہاں تک کہ جب طالبان نے اپنے بلند عزائم و منصوبوں، جرأت اور حوصلوں سے کام لیتے ہوئے آگے قدم بڑھائے تو صلیبی دہشت گرد نے بے بنیاد الزامات اور دروغ و جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے انہیں بدنام اور ذلیل و رسوا کیا اور جب اس سے بھی مقصد پورا نہ ہوا تو کھلے عام سازشی کرتب دکھاتے ہوئے صلیبی جنگ (Crusade) کا اعلان کر دیا۔ جارج ڈبلیو بش قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ تاریخ انسانیت کا ایک سیاہ باب اس سے وابستہ ہو چکا ہے۔ مگر جو امریکہ چند سو سال قبل خود غلام رہ چکا ہے اور جہاں یورپ کی عیسائیت نے پاؤں پھیلا کر وہاں کے اصل قدیم باشندوں

باقی صفحہ ۸ پر

قیدیوں کے حقوق اسلامی نقطۂ نظر سے

محمد جعفر ملی رحمانی، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندربار

◎

پولس حراست میں اذیت رسانی کو روکنے اور اسے قابلِ تعزیر جرم قرار دینے کے اقوام متحدہ کے کنونشن پر دستخط کرنے کے ۱۱ برسوں بعد اب حکومتِ ہند اس ضمن میں قانون بنانے پر غور کررہی ہے، جب کہ اسلام نے آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل زیر حراست قیدیوں کو اذیت رسانی سے منع کیا، لیکن محض اس لیے کہ یہ قانون اسلامی قانون ہے، اس کا تعلق اسلامی تعلیمات سے ہے اور پیغمبر اسلام نے یہ اصول وقوانین بیان فرماتے ہیں، ارباب حل وعقد، اصحاب اقتدار واختیار اس کو نظر انداز کرتے رہے ہیں جب کہ حق بات یہی ہے کہ اسلامی قوانین خواہ معاشرت ومعاملات سے متعلق ہوں یا نکاح وطلاق سے ان کا تعلق جرم وسزاء سے ہو یا وراثت وجائیداد کی تقسیم سے، بالکل فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔

مگر جن لوگوں کے ہاتھوں میں زمام کار ہے وہ ہمیشہ ان قوانین کو اپنے ملکوں میں نافذ کرنے سے گریزاں رہے ہیں کیونکہ یہ قوانین یا تو ان کے اپنے مخصوص افکار ونظریات باطلہ سے متصادم ہیں، یا ان کو نافذ کرنے سے ان کے اپنے ذاتی مفادات، اختیارات، عیش وعشرت اور بے لگام آزادی وبے راہ روی پر زو پڑتی ہے۔ مگر مشہور مثل ہے: ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے'' حق حق ہوتا ہے، اس پر جھوٹ اور غلط بیانی کی خواہ کتنی ہی دبیز اور موٹی چادریں ڈالدی جائیں وہ ایک نہ ایک دن ظاہر ہوکر اپنے فطری وطبعی حسن کا اپنے دشمنوں کو بھی قائل کرواتا ہے، اسی کا مصداق ''قیدیوں کے حقوق سے متعلق اسلامی قانون'' ہے، جسے دفعہ وار ذیل کی سطور میں درج کیا جارہا ہے۔

دفعہ (۱) معاشرے میں بعض لوگ اپنے جرائم وبدکاری کی پاداش میں عقوبت کے مستحق ہوتے ہیں اور قید کرنا عقوبت کی صلاحیت رکھتا ہے اس لیے جرائم پیشہ افراد کو قید کرنے کی مشروعیت کتاب اللہ سنتِ رسول اللہ اور اجماع سے ثابت ہے اور عقل بھی اس کی متقاضی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے ''یا وہ ملک سے نکال دیے جائیں۔'' (مائدہ: ۳۳) (قرآن کریم، تفسیر قرطبی، الموسوعة الفقهية، سنن ترمذي، تبيين الحقائق، فتح القدير)

دفعہ (۲) قیدیوں کے ساتھ حسنِ معاملہ ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے نبی! ان قیدیوں سے کہہ دیجیے جو آپ کے ہاتھ میں ہیں کہ اگر اللہ کو تمہارے قلب میں نیکی کا علم ہوگا تو جو کچھ تم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے۔'' (أنفال: ۷۰)

دفعہ (۳) قیدیوں کو کھانا کھلانا، انہیں بھوکا نہ رکھنا، قیدیوں کا کھانا عام لوگوں کے کھانے سے جودت (CUALITY) اور کیت (COUNTITY) میں کم نہ ہو، بلکہ اس سے افضل ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے: '' اللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔'' (انسان: ۸)

محققین کے مطابق یہ آیت خلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کی تمام صورتوں کو شامل ہے، جس کی ایک اہم فرد کھانا کھلانا بھی ہے۔ (تفسیر رازی، روح المعانی، تفسیر ماجدی، معجم طبرانی)

دفعہ (۴) قیدیوں کے ساتھ توہین وتذلیل کا معاملہ نہ ہو۔ کیونکہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جو لوگ ایذا پہنچاتے رہتے ہیں ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو، تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار اپنے اوپر لیتے ہیں۔'' (أحزاب: ۵۸) (قرطبی، سنن ترمذي، مشکوۃ)

دفعہ (۵) قیدیوں کو ایسے کپڑے مہیا کیے جائیں جو موسم کے مناسب ہوں۔ (تفسیر مظہري، صحيح بخاري)

دفعہ (۶) قیدیوں کو زمانہ قید میں اپنے دین ومذہب کے شعائر پر عمل پیرا ہونے کی اجازت ہو۔

دفعہ (۷) بعض دفعہ کسی شخص کو محض تہمت کی بناء پر گرفتار کیا جاتا ہے، اور ثبوت جرم بھی فراہم نہیں ہوتا، تو اگر اس شخص کا صلاح وتقوی معلوم ہو تو اس کو محض تہمت کی بناء پر گرفتار کرنا جائز نہیں۔ اور اگر گرفتار کیا جانے والا شخص ایسا ہے کہ اس کا فسق وفجور معلوم ہو تو اسے گرفتار کرنا جائز ہی نہیں بلکہ اولی ہے۔

دفعہ (۸) اگر تہمت کی بناء پر گرفتار کیا جانے والا شخص ایسا ہے کہ اس کا صلاح وتقوی اور فسق وفجور معلوم ومشہور نہ ہو تو اسے انکشافِ حال تک قید میں رکھا جاسکتا ہے۔ (الموسوعة الفقهية، كتاب الخراج لأبي يوسفؒ)

دفعہ (۹) اگر کسی شخص کو تہمت کی بناء پر گرفتار کیا گیا اور اس کے حالات (فسق وفجور، صلاح وتقوی) بھی معلوم نہ ہوں تو اس کو حالات کے ظاہر ہونے تک قید میں رکھا جا سکتا ہے، جس کی مدت بعض فقہائے کرام کے نزدیک ایک دن، یا دو یا تین دن، بلکہ بعض نے ایک مہینہ کی بھی اجازت دی ہے۔ (الموسوعة الفقهية)

دفعہ (۱۰) اگر کسی شخص کو شک وشبہ کی بناء پر قید کیا گیا، اور اس کا فسق وفجور لوگوں میں مشہور ومعروف ہو تو اس کو اس کی حالت ظاہر ہونے اور تحقیق طلب امور مکمل ہونے تک قید میں رکھا جائے گا، خواہ قید کی حالت ہی میں اس کی موت واقع ہو۔

دفعہ (۱۱) مذہبی امور، مثلاً عبادت، مذہبی کتابوں کا مطالعہ، قیدیوں کے درمیان دعوت دین، اس کی مذہبی تعلیمات کے مطابق غذا فراہم کرنا، وہ جس مذہب پر عقیدہ رکھتا ہے اس مذہب کی مقدس شخصیتوں اور کتابوں کی بے حرمتی سے گریز کرنا، یہ تمام امور قیدیوں کے حقوق میں داخل ہیں۔ (قرآن کریم، تفسیر منیر، أحكام القرآن للجصاص صحيح مسلم، الموسوعة الفقهية، المقاصد الشرعية، موسوعة القواعد الفقهية)

دفعہ (۱۲) قیدی کے لیے مناسب غذا، صاف پانی، موسم کے مناسب کپڑے، علاج معالجہ، بیوی سے ازدواجی تعلق جب کہ اسے اس کی حاجت ہو اور قید خانہ میں اس کے لیے مناسب جگہ کا انتظام ہو، اسی طرح حفظانِ صحت کے لیے ورزش وتفریح قیدی کے بنیادی حقوق میں داخل ہیں۔ (قرآن کریم، تفسیر رازي، الموسوعة الفقهية، فتح القدير، فتاوى هنديه، سنن بیهقي، شامي)

دفعہ (۱۳) اخبارات پڑھنا، ریڈیو سننا، فون پر احباب واقارب سے گفتگو کرنا، دوسرے قیدیوں سے ملاقات کرنا، تعلیم وہنر سیکھنے اور ان جیسے دیگر امور، قیدیوں کی اصلاح وفلاح، اور معاشرہ میں شریفانہ زندگی گزارنے کا اہل بنانے کے وسیع مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے عالمی معیار نے یہ طے کردیا ہے کہ پوری دنیا سے ان کے ربط کو ختم نہیں کرنا چاہیے، اس لیے قیدیوں کو یہ عام سماجی حقوق حاصل ہوں گے، اور انہیں ان حقوق کا حاصل ہونا، قیدیوں کے سلسلے میں نظریۂ شرع اسلامی کے خلاف بھی نہیں ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (استوصوا بهم خيرا)۔ جس کا مفہوم ہوتا ہے کہ قیدی ہر طرح کے خیر کے مستحق ہیں۔ (قرآن کریم، تفسیر رازی، معجم طبرانی، فتاوی ہندیہ، بدائع الصنائع)

دفعہ (۱۴) مردوں اور عورتوں کے لیے اسی طرح بالغوں اور نابالغوں کے لیے الگ الگ قید خانے ہونا نہ صرف قیدیوں کے حقوق میں داخل ہے بلکہ ریاست پر اس کا انتظام لازم وضروری ہے، کیوں کہ ان سب کو ایک جگہ رکھنا مفاسد اور خرابیوں کا سبب ہے۔ (قرآن کریم، مقاصد الشرعية، الموسوعة الفقهية، محيط برهاني)

دفعہ (۱۵) قیدیوں سے سچی بات اگلوانے کے لیے سخت ٹھنڈک میں برف کی سلوں پر ڈال دینا، ان کو بے لباس کر دینا، انہیں مسلسل جاگتے رہنے پر مجبور کرنا، مار پیٹ کرنا، الکٹرک شاک لگانا، ان پر کتے چھوڑنا، یہ سب افعال غیر انسانی، غیر اخلاقی اور ظلم وزیادتی پر مبنی ہونے کی وجہ سے غیر شرعی اور حرام ہیں۔ اگر قیدی اس طرح کی سزاؤں کے نتیجے میں اقبال جرم کریں تو شرعاً وہ معتبر نہیں ہوگا، اور نہ اسے بنیاد بنا کر سزاؤں کا فیصلہ کرنا صحیح ہوگا۔ (قرآن کریم، تفسیر منیر، البحر المحیط، معجم طبرانی، سنن ترمذی، رد المختار، در مختار، بحر الرائق، کتاب الخرج، سیر کبیر)

دفعہ (۱۶) عام حالات میں قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑنا، ہتھکڑی پہنانا اور بیڑی ڈالنا جائز نہیں ہوگا، لیکن اس کے فرار ہونے کا اندیشہ ہو تو شرعاً اس کی اجازت ہوگی۔ (بحر الرائق، مبسوط سرخسی، تنویر الأبصار، فتاوی ہندیہ، مصنف عبدالرزاق، تفسیرات احمدیہ)

دفعہ (۱۷) کسی مجرم کو اس کے خصوصی جرم کے پس منظر میں اس طرح قید کرنا کہ پوری دنیا سے اس کے ربط وتعلق کے مواقع ختم ہوں شرعاً جائز ہے۔ (قرآن کریم، قرطبی، بحر الرائق، رد المختار، الموسوعة الفقهية)

دفعہ (۱۸) جیل میں قیدیوں سے جبراً کام لینا شرعاً جائز نہیں ہے، اور اگر لیا گیا تو وہ اس کام کی اجرت کے مستحق نہیں ہوں گے، کیوں کہ اگر انہیں مستحق اجرت قرار دیا جائے تو اس صورت میں جبراً عقدِ اجارہ کی صحت کا قائل ہونا لازم آتا ہے، جبکہ عقدِ اجارہ کی صحت کے لیے طرفین کی رضامندی شرط ہے، اور یہاں یہ شرط مفقود ہے، تو جو کام قیدیوں سے جبراً لیے گئے اسے استہلاک منافع کہا جائے گا، اور استہلاک منافع مضمون بالقیمت نہیں ہوتے، اس لیے اس صورت میں قیدی اجرت کے مستحق نہیں ہوں گے۔ (مبسوط سرخسی، تنویر، موسوعہ، نور الأنوار)

دفعہ (۱۹) جن قیدیوں کا مقدمہ ابھی زیر سماعت ہے اور جن کے بارے میں سزائے قید کا فیصلہ ہو چکا ہے، قید خانوں میں باعتبار سلوک ان دونوں میں فرق کیا جانا جائز ہی نہیں بلکہ لازم ہے۔ کیوں کہ ثبوت جرم کے فراہم ہوئے بغیر اس کے ساتھ وہ سلوک روا رکھنا جو ان مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کی سزا کا حکم صادر ہو چکا، سراسر ظلم وزیادتی اور نا انصافی ہے جو شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ (قرآن کریم، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، کتاب الخراج)

دفعہ (۲۰) جس شخص کو تہمت کی بناء پر گرفتار کیا گیا اور اس کا فسق وفجور معلوم ومشہور ہو یا وہ جو مجہول الحال ہو، تو ظہور حال اور تحقیق طلب امور کی تکمیل تک اسے قید خانہ میں رکھ سکتے ہیں، خواہ یہ زمانہ قید اس مدت سے زائد ہو، جو اس کے اوپر عائد فرد جرم کی اصل سزا ہے۔ (سنن ترمذی، موسوعہ)

دفعہ (۲۱) اگر قیدی معروف بالصلاح والتقوی ہے تو اسے محض تہمت کی وجہ سے قید خانے میں رکھ کر ذہنی اذیت دینا یہ اعتداء اور ظلم ہے۔ ظلم وزیادتی کی صورت میں ہرجانہ طلب کرنا اس وقت درست ہوتا ہے جب کہ اعتداء اور ظلم کا تعلق عین سے ہو، جب کہ ذہنی اذیت کا تعلق عین سے نہیں، اس لیے مالی ہرجانہ طلب کرنا صحیح نہیں۔ (قرآن کریم، تفسیر منیر، موسوعہ، رد المختار، درر الحکام شرح مجلة الأحكام، کشف الأسرار)

دفعہ (۲۲) زیرِ سماعت قیدیوں کو قانونی صلاح ومشورہ کا حق حاصل ہے، جو قیدی وکیلوں کے اخراجات برداشت کرسکتے ہیں انہیں اپنے وکیلوں تک حق رسائی ملنا چاہیے، اور جو ایسا نہیں کرسکتے ان کے لیے قانونی نمائندگی کا بندوبست ریاست پر لازم ہونا چاہیے، کیوں کہ جو قیدی ثبوت جرم فراہم ہوئے بغیر قید خانہ میں رکھے گئے ہیں وہ مظلوم ہیں، اور دفع ظلم ہر ایک کا اپنا حق ہے، اگر وہ قانونی چارہ جوئی کے ذریعے اپنے اس حق کو حاصل کرنا چاہیں تو انہیں اس کا حق حاصل ہوگا، اور جو اس حق کو حاصل کرنے سے عاجز ہیں انہیں ان کا حق دلانا ریاست کا فرض ہے۔ (قرآن کریم، تفسیر منیر، صحیح بخاري، صحیح مسلم، رد المختار، موسوعہ)

دفعہ (۲۳) خواتین قیدیوں کو اپنے شیر خوار بچوں کو جیل میں رکھنے کا حق حاصل ہے، کیوں کہ ماں اور بچے کو جدا کرنے سے بچے کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے، نیز شریعت نے ماں اور بچہ کو جدا کرنے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا حکومت کو زمانہ جس میں شیر خوار بچے کو اس کی ماں سے جدا کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ (سنن ترمذی، مستدرک حاکم، موسوعہ، درر الحکام، النظريات الفقهية)

ضروری انتباہ:

آج دنیا میں جرائم کی بھر مار ہے، اور امن عامہ کو برقرار رکھنے والے ادارے اور ایجنسیاں انتہائی جدید ترین اسلحہ اور آلات سے مالا مال ہونے کے باوجود جرائم پیشہ افراد، جرائم کی واردات انجام دینے میں کامیاب ہورہے ہیں، اخبارات میں صفحہ جرائم پڑھنے اور الکٹرانک میڈیا پر واردات جرائم دیکھنے پر انسانیت کا سر شرم کے مارے جھک جاتا ہے، اور ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ''کیا ان جرائم کو انجام دینے والے انسان ہیں؟'' اور جب ان کی شکلوں اور صورتوں کو دیکھ کر خود ہی جواب مل جاتا ہے کہ ہاں یہ انسان ہی ہیں، تو پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب یہ انسان ہیں تو انہوں نے ایسی انسانیت سوز حرکتیں کیوں کیں؟ اس کا جواب فوراً نہیں ملتا بلکہ وہ غور وفکر کا متقاضی ہے، بعد از غور وفکر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے:

''ان جرائم پیشہ افراد کو جو تعلیم دی جارہی ہے اور جس ماحول میں وہ پرورش پارہے ہیں اس میں اخلاقیات نام کی کوئی کتاب ان کو نہیں پڑھائی جاتی، اور نہ جس ماحول میں وہ تربیت پارہے ہیں اس میں انسانیت نام کا کوئی درس ان کو دیا جاتا ہے، بلکہ تعلیم وتربیت دونوں میں پورا پورا زور صرف اور صرف مادیت (Materiality) پر ہے، کہ کس طرح انسان کم وقت میں زیادہ سے زیادہ منافع کما کر اپنی اس دنیا کو اپنے لیے عیش کدہ بنا سکتا ہے، اور کس طرح وہ چاند پر آثار حیات تلاش کرکے انسانی آبادی کو وہاں قائم کرسکتا ہے (یہ سب ترقیات مبارک ہوں) مگر کبھی اس نکتہ پر بھی غور کیا کہ انسان خواہ کتنی بھی ترقی کرلے، زمین کو چھوڑ کر چاند پر رہنا بھی شروع کردے تو کیا وہ بغیر اخلاقیات وانسانیت کے سکون و چین کی زندگی گزار سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ چین وسکون کی زندگی کے لیے انسان کو درسِ انسانیت دینا ضروری ہے، اس کے بغیر نہ تو وہ خود سکون سے رہ سکے گا، اور نہ دوسروں کو سکون سے رہنے دے گا۔

اس لیے جدید تعلیم سے کہیں زیادہ ایسی اخلاقی تعلیم کی ضرورت ہے جو انسانیت نوازی، ایک دوسرے کے احترام، اور خیر خواہی وہمدردی کے جذبات پیدا کرے، نہ کہ ایسی تعلیم جو قبل از وقت ہی اس کو ماں باپ بنادے اور قدیم تہذیب وثقافت سے وہ ہاتھ دھو بیٹھے۔ دنیا نے پچھلی دوسو سالہ تاریخ سے یہ سبق سیکھ لیا کہ قوانین وضعیہ یعنی خود ساختہ انسانی عقل پر کامل اعتماد کرکر بنائے ہوئے قوانین، جرائم کی روک تھام کے لئے ناکارہ ہوچکے ہیں۔ معاشرے میں امن وامان قائم کرنے کے لئے اور دنیا کو جرائم پیشہ افراد کی وارداتوں سے بچانے کے لئے قوانین الٰہی کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں۔

●●

نیت کے مطابق فیصلہ

عبدالباسط ندوی، معلم شعبہ عربی جامعۃ الصالحات

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''انما الاعمال بالنیات'' بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ حضرت شفیا الاصحی سے مروی ہے کہ وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کے پاس جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا یا پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابوہریرہ ہیں وہ کہتے ہیں میں ان کے قریب ہوا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ لوگوں سے حدیث بیان کررہے تھے وہ خاموش ہوگئے اور تنہا رہ گئے تو میں نے ان سے کہا کہ اللہ کے واسطے سے آپ سے پوچھتا ہوں ایک ایسی حدیث جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو اور آپ نے اس کو خوب اچھی طرح سمجھا اور پرکھا ہو، تب حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں ضرور آپ سے وہ حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول نے مجھ سے بیان فرمائی اور میں نے اس کو خوب اچھی طرح سمجھا اور جانا پھر حضرت ابوہریرہؓ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئے۔ پھر ہم تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر ہوش آیا تو کہا کہ میں آپ سے وہ حدیث بیان کرتا ہوں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس گھر میں بیان فرمائی جہاں ان کے اور میرے علاوہ کوئی نہ تھا، پھر انہوں نے زور سے ایک سخت چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئے پھر ہوش میں آئے اور چہرہ صاف کیا اور کہا کہ میں ضرور آپ سے وہ حدیث بیان کروں گا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس حال میں بیان فرمائی کہ ان کے اور میرے علاوہ اس گھر میں ہمارے ساتھ کوئی نہ تھا، پھر حضرت ابوہریرہؓ نے زور سے چیخ ماری اور بیہوش ہوگئے اور اپنے چہرے کے بل گر پڑے پھر وہ ہوش میں آئے تو فرمایا کہ رسولؐ نے مجھ سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کے پاس نزول فرمائے گا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کرے اور حال یہ ہوگا کہ ہر گروہ گھٹنوں کے بل پڑا ہوگا۔ اس وقت جس شخص کو سب سے پہلے بلایا جائے گا تو وہ شخص وہ ہوگا جس نے قرآن کو جمع کیا ہوگا اور ایک شخص وہ ہوگا جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوا ہوگا اور ایک شخص وہ ہوگا جو مالدار ہوگا تو اللہ تعالیٰ قاری قرآن سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو وہ علم نہ سکھایا تھا جو میں نے اپنے رسول پر نازل کیا وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے پروردگار وہ پھر کہے گا کیا تو نے اس پر عمل کیا جو تنے حاصل کیا تھا وہ کہے گا کہ میں اس کو دن کے وقتوں اور رات کے وقتوں (تہجد) میں پڑھتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ کہا، اور فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ کہا، اور اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کہ تو نے چاہا کہ تجھے قاری کہا جائے تو یہ کہا جاچکا پھر صاحب مال کو بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو مال میں وسعت نہ دی تھی اور میں نے تجھ کو کسی کا محتاج بنانے سے نہ بچایا وہ کہیں گا کیوں نہیں، اے میرے پروردگار پھر وہ کہے گا کہ تو نے کیا عمل کیا، اس میں جو میں نے تجھ کو دیا تو وہ کہے گا کہ میں صلہ رحمی کرتا رہا، صدقہ دیتا رہا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہ اس نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو نے جھوٹ کہا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہ تو نے چاہا کہ کہا جائے کہ فلاں شخص سخی ہے اور وہ کہا جاچکا، پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو بلائے گا جو اس کے راستے میں قتل (شہید) کیا گیا، تب اس سے فرمائے گا کہ تو کیوں قتل کیا گیا ہے، وہ کہے گا آپ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے کا حکم دیا تھا، تو میں نے جہاد کیا، یہاں تک کہ قتل کردیا گیا، اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس سے کہیں گے کہ تو نے جھوٹ کہا، بلکہ تو نے چاہا کہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہادر ہے تو یہ کہا جاچکا، پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے زانو پر ہاتھ مارا اور کہا اے ابوہریرہؓ! اللہ کی مخلوق کے یہ تین وہ پہلے شخص ہیں کہ ان کے ذریعہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سلگائی اور بھڑکائی جائے گی۔

ولید ابوعثمان مدائنی نے کہا کہ مجھ کو عقبہ نے خبر دی کہ شفیا وہی ہیں جو معاویہ کے پاس داخل ہوئے اور ان کو اس روایت کی خبر دی ابوعثمان نے کہا اور علاء بن حکیم نے مجھ سے روایت کی کہ وہ معاویہ کے جلاد تھے انہوں نے کہا کہ ایک شخص معاویہ کے پاس داخل ہوا اور ان کو اس روایت کے ابوہریرہ سے منقول ہونے کی خبر دی، تو معاویہ نے کہا کہ یہ معاملہ تو ہوا ان تینوں کے ساتھ تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا، پھر حضرت معاویہؓ بہت روئے یہاں تک کہ ہم نے گمان کرلیا کہ وہ ہلاک ہوجائیں گے۔ اس پر ہم نے کہا کہ یہ شخص اپنے ساتھ ایک شر لایا ہے پھر حضرت معاویہ ہوش میں آئے، اور اپنے چہرے کو صاف کیا اور فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ''جو شخص دنیوی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہے ہم اُس کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے اور اس کے اعمال سے کچھ کم نہ کیا جائے گا، ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں جہنم ہے اور ضائع ہوگیا جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اور وہ سب کچھ اعمال باطل ہیں جو وہ کرتے تھے۔''

(ترمذی جلد ثانی باب الزہد)

●●

نماز باجماعت میں عورتوں کی شرکت کا مسئلہ (۲)

عدیل اختر

ایک مسئلہ علماء اور اہل علم کے درمیان یہ موضوع بحث رہا ہے کہ دین وشریعت کی تفہیم کیا کسی خاص زمانے اور خاص لوگوں تک ہی محدود ومخصوص ہے یا یہ ایک مستقل عمل ہے۔ ایک طبقہ مزید غور وفکر کا قائل نہیں ہے۔ اس موقف کو جمود کہتے ہیں۔ یہ خواہ کتنا ہی مخلصانہ موقف ہو، لیکن غیر عملی اور محض جذباتی ہے، کیوں کہ زندگی مسلسل ارتقاء پزیر ہے اور نئے نئے مسائل ومعاملات ہمیشہ سامنے آتے رہتے ہیں، یہ موقف ان مسائل ومعاملات کا کوئی حل پیش نہیں کرتا، اس کے بجائے ان مسائل کی زد میں امت مسلمہ کو دینی احکام کی پامالی کرتے ہوئے دیکھتا رہتا ہے۔ وہ زبانی طور پر تولعن طعن کرتا ہے لیکن اسے ناگزیر مان کر خود بھی اسی کا حصہ بنتا چلا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل دوسرا موقف معاملات ومسائل پر زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر، دینی احکام کی تعبیر ڈھونڈنے اور اسے منطبق کرنے کے لئے مستقل غور وفکر کرتے رہنے کا ہے۔ یہ اجتہاد ہے۔ یعنی قرآن وسنت کی بنیاد پر اور صحابہ وسلف اولین سے رہنمائی لیتے ہوئے نئے مسائل پر رائے قائم کرنا۔ اجتہاد اور قیاس، فقہ وشریعت کا ایک ضروری حصہ ہے اور اجتہاد کے اہل علماء کو اجتہاد کرنے پر ثواب کی بشارتیں دی گئی ہیں۔ حدیث شریف کے مطابق کسی واقف دین نے کسی مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا اور اس کا وہ فیصلہ صحیح رہا تو اسے دو درجہ ثواب ہے اور اگر وہ اجتہاد کے نتیجے میں غلط موقف اختیار کر بیٹھا تو اسے ایک درجہ ثواب ہے۔ (کہ اس نے دین کا تقاضا پورا کرنے کی نیت سے مسئلہ کو سمجھنے کی مخلصانہ کوشش تو کی)۔ یہ ایک فطری اور عملی موقف ہے، اس لئے یہ اب عام ہوتا جارہا ہے۔ اجتہاد کی جو مخالفت پہلے کبھی ہوا کرتی تھی وہ اب کمزور پڑ گئی ہے۔ چنانچہ ہم آج جس زمانے میں جی رہے ہیں، اس میں بھی دین کے تقاضوں کو ان کی اصل روح کے ساتھ برتنے کے لئے اور دینی احکام وضوابط کو نافذ ومنطبق کرنے کے لئے زندگی کے ہر شعبہ اور سرگرمی کے سلسلے میں تازہ رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ کلی طور پر تو یہ ایک وسیع موضوع ہے اور اسے چھیڑنا یہاں مقصود نہیں، یہاں محض عورتوں کے لئے نماز باجماعت کے مسئلے سے بحث کرنا مقصود ہے۔

آج کا زمانہ بھی ہماری روایتی اصطلاح کے مطابق فتنہ کا زمانہ ہے۔ دینی احکام اور شرائط سے مردوں اور عورتوں کی بے نیازی عام ہے۔ اخلاق اور حیا کے تصورات کمزور سے کمزور تر ہوگئے ہیں، عورتوں کے پردے بے معنی ہوگئے ہیں، بازار، میلے ٹھیلے، پارک اور تفریح گاہیں عورتوں سے آباد ہیں، ہر جگہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہے۔ یہ فساد اور بگاڑ ایک طرف تو جہالت، اور دین سے لاعلمی و بے نیازی کی وجہ سے ہے، دوسری طرف جدید زمانے اور جدید تہذیب کی یلغار کی وجہ سے ہے۔ روایت پسند دینی حلقے اور ان کے وعظ اس بگاڑ کو روکنے میں ناکام ہیں۔ بلکہ اس کے آگے بے بس ہیں اور انہوں نے بڑی حد تک ان مسائل سے بے نیازی اختیار کرلی ہے۔

لیکن دوسری طرف یہ ایک نئی ذہنی ساخت کی تشکیل کا زمانہ بھی ہے، یہ آگہی اور بیداری کا زمانہ بھی ہے۔ تعلیم کے نتیجے میں خود اعتمادی اور نظم وضبط کا ایک احساس بھی لوگوں میں پیدا ہورہا ہے۔ چنانچہ اس تعلیم آشنا جدید ذہن کو دین کو سمجھنے میں دلچسپی ہے اور اس دین میں اس کے لئے بڑی کشش ہے جو خالص قرآن وسنت کا دین ہے۔ جو جدید زمانے میں اس کی عقلی رہنمائی کرتا ہے۔ جس میں خرافات اور بے بنیاد رواج ورسوم کی آمیزش نہ ہو۔ جو بدعات سے پاک ہو اور روایتی طریقے سے دین میں داخل ہوجانے والے غیر دینی عناصر اس میں نہ ہوں۔ مسلمانوں کے علاوہ تعلیم یافتہ غیر مسلم افراد بھی مسلمانوں کے روایتی اور پسماندہ کلچر سے قطع نظر دین کو جب اس کے بنیادی سرچشموں سے سمجھتے ہیں تو اس کے قائل ہوجاتے ہیں اور اکثر اسلام قبول کرلیتے ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کا علم وفہم کے ساتھ دین کی طرف پلٹنا اور غیر مسلم افراد کا اسلام کو قبول کرنا ایک ایسا انقلابی عمل ہے جسے مسلمانوں سے زیادہ ان کے دشمن حلقے محسوس کررہے ہیں اور اس کے ردعمل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کررہے ہیں۔ چنانچہ یہ اسلام کے احیاء کا دور بھی ہے۔

اس پس منظر میں ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم ''فتنہ کے زمانے'' کو اپنی اور دنیا کی تقدیر مان کر نیز ایک دائمی بات مان کر اور دراز ہونے دیں، دنیا کروٹیں لیتی رہے، انقلاب دستکیں دے رہے ہوں، چیلنجز منہ پھاڑے امت مسلمہ کے سامنے کھڑے ہوں، لیکن ہم اپنے بنے بنائے ڈھرے پر آنکھیں بند کرکے چلتے رہیں۔ یا ہم احیاء اسلام کو اپنا مشن مان کر نئے عزم وحوصلے کے ساتھ میدان عمل میں سرگرم ہوں۔ چیلنجز کا سامنا کریں۔ عقل وفکر کو حرکت دیکر جدید زمانے کے سوالات ومسائل کا اسلامی حل پیش کریں۔ اسلام کے چہرے کو خرافات، بدعات اور بے بنیاد روایات کی گرد سے صاف کرکے قرآن وسنت پر مبنی فطری، آفاقی اور دائمی دین کے بطور دنیا کے سامنے لائیں۔

اگر ہم دین کا احیاء چاہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہمیں آج کی دنیا کو آج کی نظر سے دیکھنا ہوگا اور قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے مسائل وضروریات کو سمجھنا ہوگا۔ ہمیں پوری امت کو احیاء اسلام کے عمل سے جوڑنا ہوگا۔ امت کی عورتیں امت کا نصف حصہ ہیں، لیکن غور کرنے کا مقام ہے کہ امت کا یہ نصف حصہ ایک طویل عرصے سے عضو معطل ہے۔ یہ دین اور امت کے مسائل سے یکسر بے گانہ اور لاتعلق ہے۔ اس کی دل چسپیاں چولہے اور ہانڈی، کپڑے اور زیور، فیشن اور تقریب تک ہی محدود ہیں۔ اس کے پہلو بہ پہلو دوسری طرف یہ ہورہا ہے کہ تعلیم کے نتیجے میں اس کے اندر اپنی شخصیت کے تئیں جو اعتماد پیدا ہورہا ہے، جو بے باکی اور جرائت آرہی ہے وہ اسے دنیا کی چمک دمک، نوکریوں کے شوق، اور حجاب وحیا سے آزاد معاشرت کی طرف لے جارہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس ان عورتوں کے لئے کیا پیغام ہے، ہمارے پاس ان کی دینی تعلیم وتربیت کا کیا نظام ہے۔ ہمارے یہاں تو کچھ دن پہلے تک عورتوں کے لئے مدرسے اور اسکول تک قائم کرنے کا خیال نہیں تھا۔

جمعہ اور عیدین کے اجتماع ہمیں اس بات کا موقع فراہم کرتے ہیں کہ ہم امت کو دین کے احکام اور امت کے معاشرتی وسیاسی مسائل کی معلومات وسمجھ دیں، ان کی ذہنی و فکری سطح کو بلند کریں، ان کے اندر بیداری پیدا کریں۔ ان مواقع کا خاطر خواہ استعمال نہ ہونے کے باوجود مرد حضرات ائمہ اور خطباء سے کافی کچھ استفادہ کرتے ہیں، لیکن ہماری عورتیں یعنی معاشرے کا نصف حصہ اس ''تبرک'' سے بھی محروم رہتا ہے۔ انہیں دین کے، ملت کے، ملک کے اور معاشرے کے حالات ومسائل کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں، امت کے علماء اور قائدین کی رائے اور فکر سے وہ واقف نہیں ہوتیں۔ کوئی معاشرتی ہم آہنگی ان کے اندر پیدا نہیں ہوتی۔ وہ نہ احساسات میں شریک ہیں، نہ جذبات میں شریک ہیں اور نہ انہیں اپنی ذمہ داریوں کا کچھ پتہ ہے۔ گویا وہ معاشرے کی مین اسٹریم میں شامل ہی نہیں ہیں۔ اس کی وجہ خود عورتوں کی کوتاہی نہیں، بلکہ مردوں اور خاص طور سے علماء اکابر اور دانشوروں کا عورتوں کے تئیں رویہ ہے۔ عورتوں کو معاشرتی زندگی کا حصہ ہی نہیں سمجھا جاتا، کوئی آزاد اور مستقل وجود باور نہیں کیا جاتا، جن کی کوئی رائے ہو، مسائل اور ان کے حل میں کوئی حصہ داری ہو اور معاشرتی سرگرمیوں میں کوئی رول ہو۔ انہیں معاشرے کا ایک ضمیمہ سمجھ لیا گیا ہے اور پورے معاشرے کے تناظر میں انہیں حاشئے کی حیثیت ملی ہوئی ہے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایسا نہیں تھا اور صحابہ نے بھی انہیں اس طرح نہیں برتا۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم معاشرے کی اصلاح کرکے اسے ترقی اور فلاح کی طرف گامزن کرنے اور احیاء دین کے کام میں لگانے کے لئے پورے معاشرے (عورت ومرد) کو سرگرم کریں۔ سب کو ساتھ لیکر چلیں اور سب کی تربیت کریں۔ یہ وہ پس منظر ہے جس میں کچھ لوگوں نے مخصوص طور پر اپنی خواتین کے لئے عید کی نماز کا اہتمام کیا تھا، جس پر ایک فوری ردعمل ظاہر کردیا گیا۔ حالانکہ فوری یا عاجلانہ ردعمل کی خامی یہ ہوتی ہے کہ اس میں تفکر و تدبر کی قوت کو اپنا کام کرنے کا موقع نہیں مل پاتا اور ایسا موقف نہیں بن پاتا جس میں تضاد یا جھول نہ ہو۔ یہ تضاد اور جھول کی ہی مثال ہے کہ جس مجلس میں عورتوں کے لئے عید کی نماز کے اہتمام پر نکیر کی جارہی ہو، اسی میں ایک یونیورسٹی کے قیام کی دعا کی جارہی ہو۔ ظاہر ہے کہ یونیورسٹی قائم ہوگی تو اس میں صرف لڑکے نہیں پڑھیں گے، اور یونیورسٹیوں وکالجوں کا جو حال ہے اس کا تصور

باقی صفحہ ۵ پر

اپنے منتخب نمائندوں سے ملک کی بہتری کی توقع کون کرسکتا ہے

چودہویں لوک سبھا کو منفی پہلوؤں سے یاد کیا جائے گا، اب عوام ہی کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ پندرہویں لوک سبھا کیسی ہونی چاہیئے

۲۶ رفروری ۲۰۰۹ء کو چودہویں لوک سبھا کا آخری اجلاس ختم ہوگیا۔ اب اس کے بعد کوئی اجلاس نہیں ہونے والا ہے۔ عام انتخابات ہوں گے جن میں منتخب امیدواروں سے نئی لوک سبھا تشکیل دی جائے گی۔ چودھویں لوک سبھا جاتے جاتے اپنے پیچھے کئی ایسے سوالات چھوڑ گئی جن کا جواب تلاش کرنا نہ صرف وقت کا تقاضا ہے بلکہ ملک کے رائے دہندگان کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ انہیں عام انتخابات میں اپنے حق رائے دہی کے استعمال کے وقت اس بات کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ وہ اگلی لوک سبھا کس طرح کی چاہتے ہیں۔ چودھویں لوک سبھا میں پورے پانچ سال جو تماشہ ہوا اور جس طرح کے حالات وواقعات پیش آئے وہ سب کے سامنے ہیں۔

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ چودھویں لوک سبھا کی ابتداہی بہت خراب ہوئی تھی اور جس کام کی ابتداہی خراب ہوجائے اس میں اخیر تک بہتری کی امید نہیں کی جاسکتی، عوام کے منتخب نمائندوں اور ممبران پارلیمنٹ نے شروع سے آخر تک یہی تصور پیش کیا کہ ان کے نزدیک پارلیمنٹ عوام کے مسائل حل کرنے اور ملک کی بہبود وترقی کا پلیٹ فارم نہیں بلکہ ایک سیاسی اکھاڑہ ہے جس میں اس بات پر مقابلہ آرائی ہوتی ہے کہ کون اپنی بات تھوپنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ جب ممبران پارلیمنٹ کا طرز عمل یہ ہوگا تو اس کا لازمی نتیجہ شوروغل، ہنگامہ اور اجلاس کے بائیکاٹ اور التوا کی صورت میں ہوگا۔ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ ۲رجون ۲۰۰۴ء سے ۲۶ رفروری ۲۰۰۹ء تک چودھویں لوک سبھا کے کل ۱۵ سیشن ہوئے، ۳۳۲ دنوں پر مشتمل ویسے تو موجودہ لوک سبھا کی کارروائی بقول اسپیکر سومناتھ چٹرجی کل ۱۷۳۸۵ گھنٹے تک چلی جن میں ۴۲۳ گھنٹے رخنہ اندازی، شوروغل، ہنگامہ اور التوا کی وجہ سے ضائع ہوگئے۔ اس طرح کارروائی کے کل گھنٹوں کا ۲۴ فیصد حصہ ضائع ہوگیا۔ یہ تو اوقات کا ضیاع ہے جہاں تک پیسے کے ضیاع کا تعلق ہے تو اجلاس پر فی منٹ ۲۶ ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ چودھویں لوک سبھا میں کتنے روپے صرف ہنگامے میں برباد کردیے گئے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اجلاس میں ممبران نے زیادہ دیر تک کام کرکے نقصان کی تلافی کرنے کی کوشش کی لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی نوبت ہی کیوں آئی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ۱۷ رمئی ۲۰۰۴ء کو وجود میں آئی چودھویں لوک سبھا نے جہاں ۲۵۸ قوانین منظور کرکے ایک نیا ریکارڈ بنایا اسی طرح اس نے ایوان کے قیمتی اوقات اور ملک کے پیسے کے ضیاع میں بھی ایک نیا ریکارڈ بنایا۔ پہلے، دوسرے اجلاس کے ساڑھے بانوے گھنٹوں میں سے سوا سینتالیس گھنٹے، دسویں اجلاس کے ۱۲۷ گھنٹوں میں سے سوا ستر گھنٹے اور گیارہویں اجلاس کے ساڑھے چونسٹھ گھنٹوں میں سے بیالیس گھنٹے برباد کردیئے گئے۔ ہنگامہ میں وقت کے ضیاع کے باعث ایک بار ریلوے اور عام بجٹ بحث کے بغیر منظور کرنے پڑے، اسی طرح ایک بار صدر کے خطبہ پر شکریہ کی تحریک بھی بحث کے بغیر ہی منظور کرنی پڑی۔ پہلے اور دوسرے اجلاس میں داغدار کا مسئلہ چھایا رہا۔ بڑی مشکل سے وہ ختم ہوا تو گورنروں کی تبدیلی پر ہنگامے ہوئے۔ یہ بھی چودھویں لوک سبھا کی خصوصیت ہے کہ کئی بار ریلوے بجٹ کا بائیکاٹ کیا۔ رشوت لے کر سوالات کرنے کے جرم میں دس ممبران پارلیمنٹ کو برطرف کیا گیا۔ کبوتر بازی کے الزام میں ایک ممبر پارلیمنٹ کو نااہل قرار دیا گیا جب کہ گزشتہ سال تحریک اعتماد کے دوران نوٹوں کی گڈیاں ایوان میں دکھا کر یہ الزام لگایا گیا کہ حکومت بچانے کے لئے ممبران کی خرید وفروخت کی کوشش کی گئی۔ اسی تحریک اعتماد کی وجہ سے لوک سبھا کے اسپیکر سومناتھ چٹرجی کو پارٹی سے نکالا گیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ اسپیکر منتخب ہونے کے باوجود پارٹی سے وابستگی اور وفاداری ختم نہیں کرنا چاہئے لیکن اسپیکر نے اس تاثر کو غلط ثابت کیا۔

غرضیکہ چودھویں لوک سبھا کی کئی ایسی باتیں ہیں جو کوئی نہیں چاہے گا کہ آئندہ بھی دہرائی جائیں۔ مثلاً اسپیکر پر کھلے عام جانبداری کا الزام لگے۔ اسپیکر ممبران کے رویہ سے اس قدر بیزار ہوجائے کہ انہیں یہاں تک بددعا دے دے کہ وہ آئندہ الیکشن میں نہ کامیاب ہوں۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ چودھویں لوک سبھا کو اس کے منفی پہلوؤں سے یاد کیا جائے گا کیونکہ اس نے سیاسی نوراکشتی کی ایک ایسی مثال قائم کی ہے جس کی نظیر ماضی میں نہیں ملتی اور کوئی بھی محب وطن پسند نہیں کرے گا کہ مستقبل میں الیکشن کے بعد تشکیل دی جانے والی پندرہویں لوک سبھا اس نظیر کو قائم رکھے۔ سیاسی پارٹیوں نے تو ظاہر کردیا کہ انہیں اپنے کیے پر نہ تو کوئی پچھتاوا ہے اور نہ وہ اپنے طرز عمل کی اصلاح کریں گے ایسے حالات میں یہ عوام خصوصاً رائے دہندگان کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ پارلیمنٹ سے کھلواڑ کرنے والوں کو دوبارہ لوک سبھا میں پہنچنے سے روکیں۔ ●●

دعوت

۴ رمارچ ۲۰۰۹ء

عراق سے امریکی افواج کا انخلاء

امریکی صدر بارک حسین اوباما نے عراق سے امریکی افواج کے انخلاء کا باقاعدہ اعلان کردیا ہے۔ اس اعلان کے مطابق امریکی افواج ابھی مزید تین سال تک عراق میں رہیں گی۔ انہوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ دو مرحلوں میں عراق سے امریکی فوجیں واپس بلائی جائیں گی۔ یعنی ان کے اعلان کے مطابق ۳۱ راگست ۲۰۱۰ء کو امریکی افواج کی بڑی تعداد قبضہ چھوڑ دے گی باقیماندہ افواج کا انخلاء ۲۰۱۱ء کے اواخر تک متوقع ہے۔ گویا عراق پر امریکہ کا قبضہ ۲۰۱۱ء تک برقرار رہے گا۔ امریکی صدر نے اپنے اعلان میں یہ کہا کہ انہوں نے اپنی انتخابی مہم کے دوران یہ کہا تھا کہ اگر وہ برسراقتدار آئے تو سولہ ماہ کے اندر عراق سے امریکی افواج کو واپس بلالیا جائے گا لیکن انہوں نے جو اعلان کیا ہے وہ ایفائے عہد ہرگز نہیں ہے کیونکہ عہدے کا حلف لینے کے اٹھارہ ماہ بعد تک بھی امریکی افواج عراق نہیں چھوڑیں گی۔ ان کے انخلاء کا عمل ۳۱ راگست ۲۰۱۰ء کے بعد بھی پورا نہیں ہوگا بلکہ امریکی افواج ۲۰۱۱ء کے اواخر تک وہاں رہیں گی، اس کی وجہ یہ بتائی جارہی ہے کہ وہ عراقی پولیس اور سلامتی دستوں کو مدد فراہم کرتی رہیں گی۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ عراق کو عراقی عوام کے سپرد کردیا جائے اور ان کے اختیار کو بحال کردیا جائے گویا وہ یہ مانتے ہیں کہ اس وقت عراقی عوام کا اختیار بحال نہیں ہے اور وہ غصب کیا گیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عراق میں بڑی حد تک امن قائم ہوگیا ہے۔ بدامنی دور ہوچکی ہے، اس لئے اب امریکی افواج کا وہاں باقی رہنا چنداں ضروری نہیں ہے، لیکن پھر بھی وہ پچاس ہزار امریکی افواج کو ۲۰۱۱ء تک وہاں رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ اعلان دراصل کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ صدر بش اور عراقی حکومت کے درمیان ہونے والے ایک معاہدہ کا نتیجہ ہے، جس پر اب عملدرآمد ہورہا ہے، اس معاہدہ پر صدر بش کے عہدۂ صدارت کے بالکل آخری دنوں میں دستخط ہوگئے تھے اور عراقیوں کے علاوہ امریکہ کے بعض حلقوں کی طرف سے بھی اس کی مخالفت ہوئی تھی۔

اس وقت عراق میں امریکی افواج کی تعداد تقریباً ڈھ لاکھ ہے، صدر اوباما کا کہنا ہے کہ ۳۱ راگست ۲۰۱۰ء تک عراق میں امریکہ کا جنگی منصوبہ یا مشن پورا ہوجائے گا مگر اس کے بعد بھی وہ اپنے پچاس ہزار فوجی وہاں رکھنا چاہتے ہیں۔ واضح رہے کہ ان برسوں میں یعنی عراق پر دوسری یلغار کے آٹھ نو برسوں میں سرکاری اعلان کے مطابق ساڑھے چار ہزار امریکی مارے گئے ہیں اور مارے جانے والے عراقیوں کی تعداد تو لاکھوں میں ہے۔ ہزاروں امریکی فوجی زخمی بھی ہوئے ہیں اور ایسے فوجیوں کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے جو نفسیاتی امراض کا شکار ہوگئے ہیں۔ یاد رہے کہ صدر اوباما کو جنگ عراق کا زبردست مخالف تصور کیا جاتا رہا ہے، انہوں نے اپنی انتخابی مہم کے دوران اپنی یہی تصویر امریکی عوام کے سامنے پیش کی تھی، ان کے خیال میں عراق کی جنگ نے امریکہ کے وقار کو ملیامیٹ کردیا ہے۔ نہ صرف اس کا وقار بری طرح مجروح ہوا ہے بلکہ اس کو بھاری مادی نقصان بھی پہنچا ہے، وقار یوں مجروح ہوا ہے کہ اسے جمہوری اقدار کا قاتل سمجھا جانے لگا ہے۔ ایک جابر نظام تصور کیا جانے لگا ہے اس لئے کہ امریکہ نے جن بنیادوں پر عراق پر یلغار کی تھی ان میں سے ایک کو بھی وہ ثابت نہیں کرسکا آٹھ برسوں کی زبردست کوششوں کے باوجود وہ یہ نہیں ثابت کرسکا کہ عراق عام تباہی پھیلانے والے ہتھیار تیار کررہا تھا، اسی طرح وہ یہ بھی باور نہیں کراسکا کہ عراق ایک خطرہ بن گیا تھا، صدام حسین کے خاتمے کے بعد بھی وہ وہاں جمہوریت کو بحال نہیں کراسکا۔ عراق پر یلغار کا امریکہ کو خمیازہ بھگتنا پڑا اس کی معیشت پر اس کا بہت برا اثر پڑا۔ ناحق خون جو بہا وہ الگ ہے، اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ عراق سے امریکی افواج کو فی الفور واپس بلالیا جاتا۔ یہ فیصلہ کرنا عراق کے عوام کا کام ہے کہ وہ کس طرح کی حکومت چاہتے ہیں، کیسا نظام بناتے ہیں۔ اوپر سے کوئی آئیڈیا ان پر مسلط کرنے والا کوئی اور کون ہوسکتا ہے۔ ان کی پسند کے حکمرانوں اور نظام کو کوئی دوسری طاقت ختم کرنے کا اختیار کیسے حاصل کرسکتی ہے؟

فلسطین میں متحدہ حکومت کی کوشش خوش آئند امر ہے

◎

صہیونی اسرائیل کی غزہ میں ۲۳ روزہ سرکاری فوجی دہشت گردی نے باہم دست و گریباں حماس اور الفتح کو اتحاد پر مجبور کردیا ہے اور امید کی جارہی ہے کہ مارچ کے آخر تک دونوں گروپ باہمی اختلافات کو دُور کرکے اور سمجھوتہ ومعاہدہ کرکے متحدہ حکومت تشکیل دے لیں گے۔ صہیونی اسرائیل کے حکمرانوں نے اپنی پارلیمنٹ کے الیکشن سے عین قبل یہ جارحانہ یلغار صرف الیکشن میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے کی تھی وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے تحت فیصلہ کررہا تھا جب کہ یقیناً اللہ کی تدابیر اور مشیت ہی پوری ہوتی ہیں۔ اسرائیل نے غزہ پٹی میں عام غیر مسلح شہریوں کا قتل عام ضرور کیا لیکن اس کا اسے سیاسی، سماجی، جنگی اور ڈپلومیٹک ہر لحاظ سے نقصان ہی ہوا اور وہ اپنے کسی بھی مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔

الیکشن میں بھی دہشت گرد حکمرانوں کو کوئی کامیابی نہیں ملی۔ جنگ سے بھی اس نے اپنے جن مقاصد اور عزائم کا اظہار کیا تھا انمیں سے کوئی بھی پورا نہیں ہوا عالمی سطح پر اس کو اب تک حاصل ہونے والی مدد تعاون، پشت پناہی اور ہمدردی میں کمی ہی آئی وہ اپنے یرغمال فوجی کو بھی رہا نہیں کراسکا اور نہ ہی حماس کی کمر توڑ سکا اس کو ختم کرنا تو دور رہا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ سابق وزیر اعظم اور نیشنلسٹ شدت پسند لیڈر بنجامن نیتن یاہو ملک کی پارلیمنٹ میں سب سے بڑی پارٹی کے طور پر سامنے آئی ہے لیکن ۱۲۰ ررکنی پارلیمنٹ میں اس کو صرف ۲۹ سیٹیں ہی حاصل ہوسکی ہیں البتہ اپنے اتحادی دائیں بازو والے یعنی صہیونی نیشنلسٹ چھوٹے چھوٹے گروپوں کو یکجا کرنے سے ان کے ارکان پارلیمنٹ کی تعداد ۶۵ تک پہنچ گئی ہے۔ ظاہر ہے یہ تعداد اطمینان کے ساتھ حکومت چلانے کے لئے کسی بھی طرح کافی نہیں ہے اس لئے وہ موجودہ برسراقتدار قدیمہ پارٹی کو جسے اعتدال پسند اور دائیں وبائیں دونوں بازوؤں کے درمیان کی حیثیت والی پارٹی قرار دیا جاتا ہے ساتھ ملاکر کچھ مستحکم حکومت تشکیل دینے کی کوشش کررہے تھے۔ لیکن بالآخر وہ قدیمہ پارٹی کی سربراہ زپی لیونی کو وسیع اتحاد میں شامل ہونے پر راضی کرنے میں ناکام ہوگئے ہیں جس سے یہ امر تو یقینی ہوگیا ہے کہ اسرائیل میں شدت پسند صہیونی یہودی گروپوں کی حکومت قائم ہوجائے گی جو امن وسلامتی کی بات کرنے کو تیار نہیں ہیں تاہم لیونی نے سمجھوتہ کے امکان کے لئے دروازے بند نہیں کئے ہیں وہ فلسطینیوں کے ساتھ بات چیت کرنے والی ٹیم کی بھی سربراہ رہی ہیں اور مغربی کنارے وغزہ پٹی میں ایک فلسطینی حکومت کے قیام کو بحالت مجبوری خود اسرائیل کے وجود وبقا اور وہاں امن وامان کے قیام کے لئے ضروری سمجھتے ہوئے اس کی حمایت کرتی ہیں جب کہ نیتن یاہو اس طرح کی بات بھی کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اسی بنیاد پر انہوں نے الیکشن لڑا ہے آپ ان دونوں کے نقطہ ہائے نظر کے اختلافات کو ختم کرنے کی گنجائش نہیں ہے ان حالات میں خود نیتن یاہو بہت کمزور وزیر اعظم ثابت ہوں گے کہ ہر گروپ ان سے حمایت واپس لینے کی دھمکیاں دیتا اور اپنے مطالبات پورے کرتا رہے گا۔ جب کہ بین الاقوامی دباؤ کے رُخ میں آنے والی تبدیلی ان کو شدت پسندانہ اور دہشت گردانہ صہیونیت کی راہ پر بھی نہیں چلنے دے گی یوں بھی انہیں امریکہ سے ٹکراؤ کی راہ سے بچانے کے لئے قدم قدم پر لیونی کی امداد کی ضرورت درپیش رہے گی جو امریکی صدر سے وعدہ کرچکی ہیں کہ وہ مشرق وسطیٰ میں امن وسلامتی کے قیام کے لئے ''جارحانہ کوششیں'' کریں گی۔

جنگ میں اسرائیل کی ناکامی نے غزہ پٹی میں نظم ونسق چلانے والی حماس کو ایک اور بہت بڑا فائدہ پہنچایا ہے کہ الفتح کے صدر محمود عباس اس سے ٹکراؤ کا راستہ ترک کرکے اتحاد کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں حتیٰ کہ دونوں حریف گروپوں نے مارچ کے آخر تک ایک متحدہ حکومت کی تشکیل پر اتفاق کرلیا ہے اس دوران دونوں گروپ ایک عرصہ سے جاری اختلافات کو ختم کرنے کے لئے میٹنگوں اور گفتگو کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

ان دونوں گروپوں کو گفتگو کے لئے ایک میز پر لانے کے سلسلے میں ثالثی کا رول مصر نے انجام دیا ہے جو اسرائیل کی جارحیت کے دوران پوری قوت حماس کے خلاف جھونکے ہوئے تھا کہ مصری حکمراں عملاً امریکہ کے زرخرید غلام بنے ہوئے ہیں اور کٹھ پتلی کے طور پر کام کررہے ہیں ایسے میں ظاہر ہے کہ مصر کا ثالثی کا رول اور الفتح کے صدر محمود عباس کو گفتگو کی میز پر لانے کا کام امریکہ ہی کے اشاروں پر انجام دیا گیا ہے۔ کوشش یہ کی جارہی ہے کہ اس سمجھوتہ کے نتیجہ میں ایک ایسی فلسطینی حکومت تشکیل دی جائے جو بین الاقوامی برادری کے لئے قابل قبول ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بین الاقوامی انسانی برادری کے کس کس حصہ کے کتنے کتنے اثر اور دباؤ کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بائیں بازو کے پوپلر فرنٹ کے لیڈر جمیل المجدالوں کا کہنا ہے کہ باہم متحارب گروپوں نے کئی کمیٹیاں تشکیل دے دی ہیں جو متحدہ حکومت کا نقشہ، اتحاد کی بنیادیں اور شرائط وضوابط تیار کریں گی۔

یہ کمیٹیاں اپنا کام مارچ کے ختم ہونے سے پہلے پورا کرلیں گی اور مارچ کے آخر تک ہی فلسطینی متحدہ حکومت قائم ہوجائے گی۔ مصالحتی گفتگو دونوں اہم گروپوں حماس اور الفتح کے ایک دوسرے کے یہاں مقید لوگوں کا مسئلہ حل کرنے اور میڈیا میں الفاظ کی جنگ کو روکنے کی غرض سے اعتماد کی بحالی کے لئے اقدامات کرنے پر راضی ہوجانے کے بعد کی گئی۔

واضح ہو کہ اسرائیل کی دہشت گردی کے دوران الفتح، مصر اور کچھ دوسری طاقتیں در پردہ صہیونیوں سے ساز باز جاری رکھے ہوئے تھیں لیکن وہاں کے عوام کے دل دینی اخوت اور ملی جذبہ کے تحت فلسطینیوں کی حمایت واعانت کے لئے بے قرار تھے وہ خود غزہ پٹی میں پہنچ سکتے تھے لیکن دنیا بھر سے مسلمانوں کی طرح وہ بھی غزہ کے مسلمانوں کی حمایت میں نعرے اور صلیبیوں وصہیونیوں اور ان کے اتحادیوں کے خلاف نفرت کا اظہار کررہے تھے اور صدائے احتجاج بلند کررہے تھے، دنیا بھر میں ہونے والے ان احتجاجات کے نتائج فتح وحماس کی گفتگو، متحدہ حکومت اور مشرق وسطیٰ میں امن کوششوں کی شکل میں سامنے آرہے ہیں۔ ●●

ہیوگو شاویز — ایک اور کامیابی

اسد مفتی (ایمسٹرڈیم ہالینڈ)

◎

وینزویلا میں شاویز کی کامیابی کی ساتھ ہی ہفتہ محبت کا آغاز ہوگیا ہے اس ریفرنڈم کے نتیجہ میں صدر ہیوگو صدارتی عہدہ پر کتنے دن رہ سکتے ہیں اس کی بھی شرط ختم ہوگئی ہے۔ ۵۴ فیصد رائے دہندگان نے صدر کے عہدہ پر رہنے کی منظوری دے دی ہے اس سے شاویز کو بطور صدر کے کئی مرتبہ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس کامیابی کے بعد وہ قانون میں ترمیم کرکے صدارتی عہدہ کو مقررہ میعاد سے آزاد کراسکیں گے۔ علاوہ ازیں ریفرنڈم سے ان کی امریکہ مخالف پالیسیوں کو بھی تائید حاصل ہوگئی ہے۔ وینزویلا کی قومی انتخابی کونسل کے مطابق ۹۴ فیصد ووٹروں میں سے ۵۴ فیصد ووٹ اس بات کے حق میں پڑے ہیں کہ عہدہ صدارت کی حد ختم کردی جائے۔ وینزویلا میں ایک شخص زیادہ سے زیادہ دوبارہ چھ چھ برس کے لئے صدر منتخب ہوسکتا ہے۔ صدر ہیوگو شاویز کی دوسری مدت صدارت ۲۰۱۲ء میں ختم ہورہی ہے مگر انہوں نے یہ بات پہلے ہی کردی ہے کہ وینزویلا کے سوشلسٹ انقلاب کے تحفظ کے لئے ان کا اقتدار میں رہنا بے حد ضروری ہے۔ شاویز گزشتہ دس سال سے برسراقتدار ہیں جب کہ ریفرنڈم سے کئی برسوں تک حکمرانی کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ووٹ دینے کے قابل ایک کروڑ ۷۰ لاکھ افراد میں سے ایک کروڑ دس لاکھ نے حق رائے دہی استعمال کیا۔ یورپین مبصرین کے مطابق یہ ریفرنڈم منصفانہ اور شفاف تھا۔ نتائج کے اعلان کے موقع پر شاویز نے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''اب مستقبل کے دروازے ہم پر کھل چکے ہیں۔ ۲۰۱۲ء میں صدارتی انتخاب ہوگا اور سوائے اس کے کہ خدا اور عوام نہ چاہیں یہ سپاہی اس انتخاب میں امیدوار ہے۔'' جس کے جواب میں عوام نے نعرے بلند کئے کہ شاویز سبکدوش نہیں ہوں گے۔ شاویز سرخ انقلابی رنگ کی قمیص میں ملبوس تھے۔ وہ ہزاروں پرچم لہراتے ہوئے اپنے حامیوں کے روبرو محل کی بالکونی میں کھڑے مٹھی ہوا میں لہرا رہے تھے۔ انہوں نے انقلاب زندہ باد کا نعرہ بھی بلند کیا۔ نتائج کے اعلان کے فوراً بعد ہی عوام سڑکوں پر نکل آئے یہ لوگ نعرہ بازی اور پرچم لہرانے کے علاوہ آتش بازی کا مظاہرہ بھی کررہے تھے۔ نتائج پر وینزویلا کے عوام کا کہنا ہے کہ ''اس رزلٹ نے انتخاب اور انقلاب کو بچالیا ہے۔''

لیکن یہ بات اتنی آسانی سے نہیں کہی جاسکتی۔ اگرچہ عالمی معاشی بحران تیل سے حاصل ہونے والی آمدنی کو صنعتوں کے قومیانے اور سمندر پاران کے اثر ورسوخ میں اضافے کے لئے ان کی اہلیت کو محدود کردے گا تاہم ایسے وقت میں جب کہ عالمی بحران کی وجہ سے ان کی کامیابی ماند پڑتی دکھائی دے رہی ہے وہ اپنی کامیابی تقریروں کو بلند آواز سے عوام تک پہنچاتے رہتے ہیں لیکن اب کی بار انہوں نے پالیسیوں کے اعلان سے گریز کیا ہے اس کے بجائے انہوں نے جرائم وبدعنوانی کے خلاف جدوجہد کا اعلان کیا ہے جس کے نتیجہ میں ان کی مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے۔ رواں سال میں ان کے سماجی پروگرام کو تقویت پہنچی ہے۔ شاویز نے کہا کہ ہم نے قبل ازیں جس کام کی تکمیل کی ہے اسے مستحکم بنانے کی صورت میں آئندہ سال ہم بہتر موقف میں ہوں گے۔ شاویز کو اگر موجودہ ریفرنڈم میں کامیابی حاصل نہ ہوتی تو انہیں لازماً ۲۰۱۳ء میں اقتدار سے سبکدوش ہوجانا پڑتا یا پھر انہیں کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرکے اپنی انقلابی اصلاحات کو بچانا ہوتا۔

تجزیہ نگاروں کی رائے میں شاویز نے دستور میں تبدیلی کرنے کے بارے میں سوچ رکھا ہے اور جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ کامیابی کے بعد پھر انہیں سوشلسٹ مملکت کو پوری قوت سے اُبھرنے اور ترقی دینے کے لئے مزید اعتماد حاصل ہوجائے گا اور وہ ایک نئے عزم کے ساتھ وینزویلا کو ایک طاقت ور سوشلسٹ ملک بنا کر لاطینی امریکی علاقے میں امریکہ کے اثر کو ختم کردیں گے۔ ۵۴ سالہ ہیوگو شاویز نے ریفرنڈم سے ایک روز قبل کہا تھا کہ خواہ اسے کامیابی ہو یا ناکامی اگلا سال اس کے لئے کٹھن رہے گا۔ تیل کی آمدنی میں کمی ہوجانے سے اب صدر ہیوگو شاویز کو عوامی بھلائی کے پروگرام چلانے میں مشکل پیش آسکتی ہیں۔ صحت عامہ تعلیم اور غذائی پر گروام سوشلسٹ ایجنڈے کے بغیر چلانا ان کے لئے مشکل ہوگا یاد رہے کہ حالیہ مہینوں میں وینزویلا کی کرنسی کی قدر میں اور زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی ہوئی ہے ملک میں سرمایہ کاری کے لئے حالات مخدوش ہوسکتے ہیں۔

حالیہ ریفرنڈم میں اپوزیشن نے شکست تسلیم کرلی ہے جو توقع سے کہیں زیادہ ثابت ہوئی۔ صدر شاویز نے اپوزیشن پر الزام لگایا تھا کہ وہ امریکہ فرار ہونے والے ایک فوجی بھگوڑے کی رہنمائی میں ہونے والی بغاوت کی تائید کررہے ہیں اور اس کے حامی ہیں جب کہ شاویز ''شیطانی سامراج'' امریکہ کے کٹر مخالف ہیں۔ وینزویلا لاطینی امریکی علاقے کی قدیم جمہوریت ہے اس ملک کو سوشلزم کی راہ پر ڈالنے کے لئے ہیوگو شاویز جان توڑ کر کوشش کررہے ہیں۔ اس کے لئے دنیا بھر کے ترقی پسندوں کی آراء کا جائزہ لیا جاتا ہے مگر امریکہ اپنی سرمایہ دارانہ سوچ کے ساتھ حسب معمول حسب توقع اور حسب عادت شاویز کی کوششوں کی راہ میں دیوار بن کر کھڑا ہوا ہے۔ ادھر شاویز بھی اب اکیلے نہیں ان کی پشت پر فیڈل کاسترو کے انقلابی نظریات کھڑے ہیں۔ شاویز کیوبا کے قائد فیڈل کاسترو کو اپنا سیاسی گرو سمجھتے ہیں۔ ادھر امریکہ ہے کہ شاویز کو دھمکیاں دے رہا ہے کہ ''ہمارے ساتھ اچھے تعلقات رکھو ورنہ ہم تمہارے ملک میں جمہوریت قائم کردیں گے؟'' ●●

مالیگاؤں دھماکہ: پروہت کو ضمانت

پونہ- انسداد دہشت گردی اے ٹی ایس کی مبینہ لاپرواہی کی وجہ سے مالیگاؤں بم دھماکوں کے کلیدی ملزم ومعطل فوجی افسر لیفٹیننٹ کرنل پرساد پروہت کو مہاراشٹر کے پونہ شہر کی ایک مقامی عدالت نے اس لئے ضمانت پر رہا کرنے کے احکامات جاری کئے کیونکہ اے ٹی ایس اس کے خلاف ہتھیاروں کے جعلی لائسنس والے معاملے میں ۹۰ دنوں کی مقررہ مدت کے اندر فرد جرم عائد نہیں کرسکی۔ حالانکہ اے ٹی ایس نے عدالت میں یہ کہہ کر دامن بچانے کی کوشش کی کہ فوجی قوانین کی وجہ سے ملزم سے تحقیقات مکمل نہیں ہوسکی۔ لہٰذا فرد جرم داخل نہیں کی جاسکی۔ فرسٹ کلاس جیوڈیشیل مجسٹریٹ جی جی اتلالکر نے ضمانت کے احکامات جاری کرتے ہوئے ملزم کو پندرہ ہزار کی ضمانت پیش کرنے کا حکم جاری کیا اور ہدایت دی کہ ملزم جو فی الوقت مالیگاؤں دھماکوں کے معاملے میں عدالتی تحویل میں ہے اسے وقت ضرورت اے ٹی ایس کے دفتر میں تحقیقات کے لئے پیش کیا جائے۔

فکر معاصر

سچ سے ڈر

آج ملک میں شرپسند اور فرقہ پرست عناصر بڑے منظم طور سے سازشیں رچ رہے ہیں۔ لیفٹیننٹ کرنل پروہت، سادھوی پرگیا اور متالک جیسے لوگ ہر جگہ سرگرم ہیں۔ لیفٹیننٹ کرنل پروہت کی مجرمانہ کوششوں سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ آج صرف پولیس میں ہی نہیں فوج میں بھی بڑے ناپسندیدہ، مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے شدت پسند موجود ہیں جو بڑے افسوس اور تشویش کی بات ہے۔ فرقہ پرست عناصر نے آزادی کے بعد سے ہی اپنی مجرمانہ حرکتیں شروع کررکھی ہیں۔ انہوں نے سرکاری ملازمین میں بخصوصیت سے پولیس میں اپنے جیسے لوگ آسانی سے بھرلئے ہیں ذرائع ابلاغ پران ہی کا قبضہ ہے اس لئے اب شرپسند، پولیس اور ذرائع ابلاغ کے اشتراک سے ملک میں دہشت گردی، فرقہ پرستی اور تعصب اور تنگ نظری کی سیاست فروغ پارہی ہے شرپسند سازش رچتے ہیں پولیس فوراً ان کو پکڑلیتی ہے جن کو ہر طرح بدنام کرنا مقصود ہوتا ہے پھر ذرائع ابلاغ کو بڑے اطمینان اور سلیقے سے سب کچھ سمجھا دیا جاتا ہے اس لئے پولیس اور شرپسند جو کہتے ہیں ذرائع ابلاغ اسے ہر طرح درست ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح جھوٹے کے سامنے سچا مرے والی بات سچ ثابت ہوجاتی ہے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بتانے والے ہی کامیاب رہتے ہیں ایسے میں اگر معاملہ عدالت تک پہنچتا بھی ہے تو معصوم کو اتنی اذیت پہنچ چکی ہوتی ہے کہ انصاف بھی اس کے غم اور دکھ کا مداوا نہیں کرتا۔ بعض لوگوں کو لوگ خوشحال نہیں دیکھنا چاہتے وہ انہیں ہر طرح پریشان رکھنا ہی اپنے لئے مفید سمجھتے ہیں اس لئے وہ جہاں خوشحال نظر آتے ہیں کاروبار کامیابی سے کرتے دکھائی دیتے ہیں بڑے منصوبہ بند طریقے سے فساد کرادیا جاتا ہے پھر قتل وغارتگری کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے تو مظلوم کی دادوفریاد سننے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ذرائع ابلاغ پولیس کی فراہم کردہ اطلاعات کو بالکل درست تسلیم کرکے خوب خوب چھاپتے اور نشر کرتے ہیں جو بالکل ہی معصوم ہوتا ہے اسے ہر طرح ظالم، فسادی اور ملک دشمن ثابت کردیا جاتا ہے یہ سلسلہ عرصہ دراز سے جاری ہے مگر اس کو ختم کرنے کے لئے کوئی کوشش اس لئے نہیں ہوتی کہ جو لوگ یہ سب کررہے ہیں ان کی تعداد زیادہ ہے وہ ہر طرح پولیس، پر لیس انتظامیہ پر حاوی رہتے ہیں۔ اعظم گڑھ کے لوگوں کی خوشحالی پر پریشان ہونے والے شرپسندوں نے خوشحال لوگوں کو بالکل ہی تباہ کردینے کے ارادے سے یہ کامیاب منصوبہ بنالیا کہ یہ ثابت کرنا شروع کردیا کہ وہ دہشت گرد ہیں اور ان کے تعلقات ان تنظیموں سے ہیں جو کہ ملک دشمن ہیں پولیس اور ذرائع ابلاغ فوراً ہی مدد کو آگے بڑھے اطمینان سے معصوم لوگوں کو ظالم اور دہشت گرد ثابت کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ پولیس کا سب سے کامیاب نسخہ تصادم استعمال کیا جارہا ہے پولیس جس کو چاہتی ہے دہشت گرد ثابت کرکے تصادم میں اس کی ہلاکت دکھادیتی ہے اس کی ہر بات کو بالکل سچ ثابت کرنے کے لئے ذرائع ابلاغ بالکل تیار رہتے ہیں وہ پولیس کے الزامات کو اس طرح نشر کرتے ہیں جیسے وہ عدالت کے فیصلے ہوں اس طرح کی حرکتوں سے دہشت گردی بڑھ رہی ہے لیکن دہشت گردی کو ختم کرنے کا عزم رکھنے والے اس پر ہرگز غور نہیں کرتے۔ بٹلہ ہاؤس تصادم کے سلسلے میں متاثرہ افراد جس قدر شدت سے اپنی بے گناہی ثابت کررہے ہیں اسی شدت سے پولس ان کو گناہگار ثابت کرنے کی کوشش کررہی ہے اور تمام ذرائع ابلاغ کھل کر اس کی مدد کررہے ہیں جب کہ پولیس کی بتائی باتوں ہی سے اس کا جھوٹ کھلتا نظر آتا ہے پھر سی بی آئی سے تحقیقات نہ کرانے کے فیصلے سے بھی شک بڑھ رہا ہے کہ آخر سچی بات کے سلسلے میں تحقیقات سے کیوں ڈرا جارہا ہے اگر پولیس کہتی ہے کہ تصادم ہوا اور اس نے بڑے خونخوار دہشت گرد مار گرائے تو پھر سی بی آئی سے تحقیقات سے ڈر کیوں ہے؟

(جدید خبر، نئی دہلی)

گلوبلائزیشن پر مغرب کی اجارہ داری

مولانا اسرار الحق قاسمی

''انٹرنیٹ'' کو دور حاضر کی بڑی حصولیابی خیال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ عالمی سطح پر روابط کے امکانات وسیع ہوئے ہیں۔ اگرچہ دور جدید کے دیگر آلات نے بھی کمیونی کیشن کے دائرہ کو وسیع تر کرنے میں خاصا رول نبھایا ہے تاہم اس میدان میں جو کردار انٹرنیٹ نے ادا کیا ہے، دیگر آلات و وسائل نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا۔ موبائل و ٹیلی فون کا استعمال اگرچہ آئے دن بڑھتا جارہا ہے اور اب نہ صرف بڑے شہروں میں بلکہ چھوٹے قصبوں حتیٰ کہ گاؤوں میں بھی اس کا رواج عام ہوگیا ہے مگر اس کے باوجود عام طور سے موبائل صارفین اس کے ذریعہ اپنے دوستوں، رشتہ داروں وغیرہ سے روابط رکھتے ہیں۔ لیکن ایسا انٹرنیٹ صارفین کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا۔ انٹرنیٹ استعمال کرنے والے بآسانی دنیا کے کسی بھی گوشہ میں بسنے والے ان افراد سے بات چیت کرسکتے ہیں اور ایک دوسرے کے خیالات جان سکتے ہیں جو انٹرنیٹ پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو چیزیں بھی انٹرنیٹ سے جڑی ہوئی ہیں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ان کے لیے آسان تر ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انٹرنیٹ کے آجانے کے بعد یہ مثال زبان زد عام ہوتی جارہی ہے کہ دنیا ایک گاؤں بن گئی ہے۔ انٹرنیٹ سے مرعوب ہوکر ابتداءً اسے انسانی کامیابی کا بہت بڑا ذریعہ خیال کیا گیا لیکن اب انٹرنیٹ کے تعلق سے جو تکلیف دہ خبریں منظر عام پر آرہی ہیں انہوں نے یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ انٹرنیٹ انسان کی کامیابی کا ذریعہ کم اور تباہی کا ذریعہ زیادہ ثابت ہورہا ہے۔ چنانچہ اب اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہونے لگی ہے کہ انٹرنیٹ کے استعمال کو محدود کیا جائے۔ جیسا کہ حال ہی میں ہندوستان کی سب بڑی عدالت نے انٹرنیٹ پر بلاگنگ کے معاملہ میں ایک ایسا فیصلہ دیا ہے جس کے سبب انٹرنیٹ کے ذریعہ اپنی رائے کا کھلے عام اظہار کرنے والوں کے لیے مشکل کھڑی ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ انٹرنیٹ پر نت نئے قسم کے جرائم کی تعداد بھی آئے دن بڑھتی جارہی ہے۔ چنانچہ اب سائبر کرائم پر روک لگانے کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔

انٹرنیٹ نے گلوبلائزیشن کو کامیاب بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے، جس کو دنیا بھر میں مثبت نظر سے دیکھا گیا لیکن عہد جدید میں گلوبلائزیشن جس شکل میں ظاہر ہورہا ہے اس نے نہ صرف بہت سے عالمی مسائل کو جنم دیا ہے بلکہ بے شمار پیچیدہ علاقائی مسائل بھی پیدا کئے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ دنیا کے بہت سے لوگ گلوبلائزیشن کو انسانی ترقی کا بہت بڑا باب خیال کررہے ہیں لیکن جس شکل میں گلوبلائزیشن سامنے آرہا ہے، دنیا کے حالات پر گہری نظر رکھنے والے افراد اسے انسانوں کی تباہی کا پیش خیمہ سمجھ رہے ہیں۔ گلوبلائزیشن کے انسانیت کے حق میں نقصان دہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ گلوبلائزیشن پر مغربی اقوام وممالک کا گہرا اثر ہے۔ اس لیے اس کے ذریعہ دنیا بھر میں مغربی اقوام کے خیالات کی بڑے پیمانے پر تشہیر ہورہی ہے اور ان کی تہذیب وتمدن کو اختیار کیا جارہا ہے۔ علاقائی تہذیبیں وزبانیں دم توڑرہی ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق کئی ہزار زبانیں ختم ہونے کی کگار پر ہیں۔ جب کہ زبانیں قوموں کی زندگی میں قیمتی اثاثہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چونکہ گلوبلائزیشن پر اثر رکھنے والی قوموں کی زبان انگریزی، فرنچ اور جاپانی وغیرہ ہے، اس لیے دور دراز کے علاقوں میں بھی انگریزی اور فرنچ کو مقبولیت حاصل ہورہی ہے۔ ایشیائی ممالک جہاں کی اپنی اپنی زبانیں ہیں وہاں انگریزی، جاپانی اور فرنچ کو سیکھنے کا رواج آئے دن بڑھتا جارہا ہے جب کہ اپنی مادری زبانوں پر توجہ دینے کا چلن کم ہورہا ہے۔ یہی صورت حال تہذیبوں اور معاشروں کی بھی ہے۔ گلوبلائزیشن کی وجہ سے شہری تہذیبیں تو گویا دم توڑ ہی گئی ہیں اور وہاں بڑی تیزی کے ساتھ مغربی تہذیب نمودار ہورہی ہے۔ اب سے چند دہائیوں قبل مختلف ریاستوں اور مختلف شہروں کی اپنی تہذیب ہوا کرتی تھی جن کی بنیاد پر ان شہروں کی شناخت بھی تھی مگر اب ایسا نہیں ہے۔ بات صرف بڑے شہروں کی نہیں بلکہ اب چھوٹے شہروں وقصبوں کا تمدن بھی تبدیل ہورہا ہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ تہذیبی وسماجی سطح پر ان تغیرات یا مغربی قوموں کے اثرات کو بہت سے لوگ ترقی کے آئینہ میں دیکھ رہے ہیں مگر یہ درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دفعتاً علاقائی تہذیبوں کے مغربی تہذیب کے زیر اثر آجانے کی وجہ بے شمار مسائل پیدا ہورہے ہیں اور انسانی زندگی الجھتی جارہی ہے۔ تفکرات کا گراف بڑھ رہا ہے، دماغی امراض میں اضافہ ہورہا ہے اور تہ در تہ الجھنوں وپریشانیوں کے باعث ہارٹ اٹیک کے واقعات بڑھ رہے ہیں۔ جو لوگ کسی طرح زندہ ہیں بھی تو ان میں سے اکثر کی زندگیاں پیچیدہ عائلی، سماجی، تہذیبی اور کاروباری مسائل کے باعث مثل جہنم بنی ہوئی ہیں۔

چھوٹے یا کمزور ممالک کے لیے بھی گلوبلائزیشن کسی خطرناک مسئلہ سے کم نہیں ثابت ہورہا ہے۔ وہ ممالک جو گلوبلائزیشن پر اپنا اثر رکھتے ہیں وہ چھوٹے وکمزور ممالک کو یرغمال بنارہے ہیں اور ان کا کسی نہ کسی طرح سے استحصال کررہے ہیں۔ گویا کہ گلوبلائزیشن کو بعض ممالک واقوام اپنی بالادستی کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کررہی ہیں۔ انسانی زندگی کے جن جن شعبوں میں گلوبلائزیشن کے اثرات زیادہ ہیں ان میں انسانوں کی زیادہ تر تعداد خطرناک مسائل سے دوچار ہورہی ہے۔ مثال کے طور پر صنعتی شعبہ کو لے لیجیے جس میں گلوبلائزیشن کے زیادہ اثرات نظر آتے ہیں، اس کے بارے میں جان روب اور نوم چومسکی جیسے مفکرین کا کہنا ہے کہ ''گلوبلائزیشن سے بلاشبہ کسی ملک کی دولت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن چونکہ دولت منصفانہ طور پر تقسیم نہیں ہوتی اس لیے عدم مساوات پیدا کرتی ہے، گلوبلائزیشن کے نتیجہ میں آنے والی ملٹی نیشنل کمپنیوں میں سرمایہ اور خوشحالی کا فائدہ صرف اس چھوٹی سی اقلیت کو ہوتا ہے جو پیشہ وارانہ مہارتیں رکھتی ہے۔ چونکہ اس عمل کے نتیجہ میں معیشت کے روایتی ذرائع یعنی زراعت، چھوٹی تجارت، گھریلو صنعتیں وغیرہ متاثر ہوتی ہیں اس لیے آبادی کا بڑا حصہ غریب اور کمزور طبقات شدید نقصانات اٹھاتے ہیں۔ دیہی معیشت تباہ ہوجاتی ہے چندلوگوں کی خوشحالی کے لیے عوام کی اکثریت کو بھاری قربانی دینی پڑتی ہے''۔

اگر گلوبلائزیشن پر مغربی اقوام کی اجارہ داری اور مادیت غالب نہ ہوتی اور اس پر اخلاق واقدار اور روحانیت کا اثر ہوتا تو دنیا بھر میں اس کے بہترین اثرات نمودار ہوتے۔ مگر چونکہ گلوبلائزیشن پر مغربی اقوام اور مادی ذہن رکھنے والوں کی اجارہ داری ہے اس لیے اس کے اثرات علاقائی وبین الاقوامی سطح پر خطرناک صورت میں ظاہر ہورہے ہیں۔ غور کیجیے کہ گلوبلائزیشن کا تقاضا تو یہ تھا کہ لوگ ایک دوسرے کے بہت زیادہ نزدیک آجاتے اور نہ صرف اپنے بلکہ پرائے بھی ایک دوسرے سے قربت محسوس کرتے، مگر معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ اجنبی لوگ تو ایک دوسرے سے دور ہیں ہی مگر اب اپنے بھی ایک دوسرے سے دور ہوگئے ہیں۔ خاندان منتشر ہوگئے۔ ماں باپ اور اولاد کے درمیان فاصلے ہوگئے۔ ماں باپ اگر گاؤں میں ہیں تو بیٹے سیکڑوں ہزاروں کلومیٹر دور کسی دوسرے ملک یا شہر میں آباد ہیں کہ ایک دوسرے کی شکل وصورت بھی نہیں دیکھ سکتے۔ ایسے ہی بھائیوں و دیگر رشتہ داروں کے مابین فاصلوں میں اضافہ ہوا ہے۔ گلوبلائزیشن کے سہارے علاقائی معاشروں میں دبے پاؤں داخل ہونے والی مغربی تہذیب نے معاشرتی سطح پر انسانی زندگی کو مفلوج بناکر رکھ دیا ہے۔ بے حیائی، فحاشی اس قدر بڑھ رہی ہے کہ قابو پانا مشکل ہورہا ہے۔ ایسے حالات میں دو باتیں ضروری ہیں یا تو گلوبلائزیشن سے متاثر نہ ہوا جائے یا گلوبلائزیشن کی موجودہ شکل کو تبدیل کیا جائے اور اس کا رخ اخلاق، اقدار اور انسانی تقاضوں کی طرف موڑا جائے۔ خاص طور سے مسلمانوں کو گلوبلائزیشن کی موجودہ شکل سے اپنے معاشرے کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ گلوبلائزیشن کی وجہ سے معاشرتی سطح پر جو اخلاقی گراوٹ آرہی ہے اسلام میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

●●

گیارھواں پانچ سالہ منصوبہ تعلیم اور مسلمان

خورشید عالم، دہلی

مرکز کی کانگریس قیادت والی یوپی اے حکومت نے ایک غیر معمولی فیصلے کے تحت تعلیم کی شرح فیصد کو بڑھانے کے مقصد سے جو نیا ڈھانچہ تیار کیا ہے اس کے تحت کلاس پنجم تک کوئی بچہ فیل نہیں ہوگا نیز اقلیتی طلباء کے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے ضمن میں ۵۰۰ کروڑ روپے کا بجٹ ہے۔ گیارہویں پانچ سالہ منصوبے میں آٹھویں کلاس کے بعد تعلیم چھوڑنے کے فیصد میں کمی لانے اور سب تک تعلیم پہنچانے کے مقصد سے دسویں تک کی تعلیم کو وسعت دینے کی غرض سے کل ۲۰ ہزار ایک سو بیس کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جس میں ۷۵ فیصد خرچ مرکزی حکومت اور ۲۵ فیصد ریاستی حکومتیں برداشت کریں گی لیکن بارہویں پانچ سالہ منصوبے میں مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں پر اس کی ذمہ داری آدھی آدھی ہوگی اور دونوں ہی ۵۰ فیصد کا خرچ اٹھائیں گی۔ مدرسہ موڈرائزیشن کے لئے گیارہویں پانچ سالہ منصوبے میں ۳۵۰ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔

۲۰۰۹-۲۰۰۸ء کے لئے ۲۱۸۵ کروڑ روپے منظور کئے گئے ہیں۔ اس اسکیم کے تحت ۱۵ سے ۱۶ سال کے بھی بچوں کو گھر کے پاس تعلیم حاصل کرنے کا ہدف رکھا گیا ہے۔ پانچ سال کے اندر نویں اور دسویں کلاس میں داخلوں کی شرح ۵۲٫۲۶ فیصد سے بڑھ کر ۷۵ فیصد کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ موجودہ ۴۴۰۰۰ ہائی اسکولوں کو جدید مواصلاتی نظام سے مربوط کیا جائے گا۔ گیارہ ہزار ہائی اسکول کھولے جائیں گے اور ۸۸,۵۰۰ مزید کلاسیں شروع کی جائیں گی۔ اس کے لئے ۱٫۸۰ لاکھ مزید اساتذہ کا تقرر عمل میں آئے گا۔ ۲۰۱۲ء تک تقریباً ۳۲ لاکھ مزید طلباء کے داخلوں کا نشانہ طے کیا گیا ہے۔

۲۰۰۹ء میں ایک ہزار ماڈل اسکول کھولے جائیں گے جب کہ اگلے پانچ سالوں میں ایسے ۶ ہزار اسکول کھولے جائیں گے ان میں ڈھائی ہزار اسکول پرائیویٹ سیکٹر کے تعاون سے کھولے جائیں گے۔ ۲۷۵ سینٹرل اسکول کے قیام کے ساتھ ہی ۴۱۹ یونیورسٹیوں میں ہر ایک شعبہ بشمول ۱۸۰۰۰ کالجوں کو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولیات سے لیس کیا جائے گا اور ۲۰۱۷ء تک سب کے لئے دسویں تک کی تعلیم کے حصول کو یقینی بنایا جائے گا۔

اس پورے منظرنامے میں سب سے اہم پرائیویٹ سیکٹر کے تعاون سے اسکولوں کا قیام ہے۔ اس کے لئے غیر منافع بخش کمپنیوں کو تعلیم کے میدان میں آنے کی اجازت دی جارہی ہے جو کہ اب تک کی روایت کے برخلاف ہے اس سے اسکولی تعلیم کے کاروبار میں آرہی کمپنیوں کے لئے منافع کی راہ آسان نہیں ہے۔ اطلاعات کے مطابق ملک میں تقریباً ۳۰۰ جی اسکول کھولنے کا پروگرام بنارہا ہے Esset گروپ دہلی اور ممبئی اسٹاک ایکسچینج میں درج کمپنی ای ڈی سی نیٹ ورک لمیٹڈ کے ذریعہ سرمایہ کاری کرے گا۔ کمپنی کے ایجوکیشن ڈویژن جی- لرن کے سی ای او سمیت کول کا کہنا ہے کہ یہ اسکول جی ایجوکیشن سوسائٹی کے تحت کھولے جائیں گے جب کہ گروپ کی کمپنیاں اسکول کو پروڈکٹ اور اپنی سروسز فراہم کریں گی۔ جی اسکول کو چلانے کے لئے کمپنی نے فرنچائی، ٹرسٹ نیز سوسائٹی سے معاہدے کی گنجائش باقی رکھی ہے۔

تعلیمی شعبہ کی معروف کمپنی ایجوکام (Educom) کی ترجمان سمیت کول مانتی ہیں کہ ہندوستان میں کمپنیوں کے لئے اسکول کھولنا ممکن نہیں ہے اس لئے ایجوکام خود براہ راست اسکول کھولنے کے دیگر ٹرسٹ اور اداروں کی طرف سے کھولے گئے اسکولوں کو چلانے میں اپنی خدمات دے رہی ہے۔ ایجوکام کی طرف سے ملینیم اسکول برانڈ کا لائسنس، کنٹینٹ، سافٹ ویئر، ٹریننگ وغیرہ فروخت کی جارہی ہیں یعنی اسکول کھولے جارہے ہیں کسی ٹرسٹ کے نام پر اور اسکول چلانے کی ذمہ داری ایجوکام کی ہوگی اور اسکول ان سہولیات کے بدلے کمپنی کو اس کا معاوضہ ادا کرے گا۔ ایجوکام فی الحال ایسے ۸ ملینیم اسکولوں کو چلانے میں اپنا برانڈ اور سروسز دے رہا ہے۔ بھارتی فاؤنڈیشن نے بھی ۱۵۰ اسکول کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔ فاؤنڈیشن ابھی تک ہریانہ، پنجاب، اترپردیش اور اتراکھنڈ میں اس طرح کے اسکول چلارہا ہے۔ مدرا سپرائیڈ سمیت این آئی آئی ٹی اور Aptech جیسے تعلیمی اداروں کے فرنچائی کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

واضح رہے کہ گزشتہ سال سینٹرل بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن (سی بی ایس ای) نے ایفی لیشن قوانین یعنی اسکولوں کو تسلیم کرنے کے قواعد وضوابط میں تبدیلی کرتے ہوئے سوسائٹی اور ٹرسٹ کے علاوہ غیر منافع بخش کمپنیوں کو اسکول کھولنے کی چھوٹ دی ہے۔ سوسائٹی کے نئے ضوابط کے مطابق کمپنی ایکٹ ۱۹۵۶ء کی دفعہ ۲۵ کے تحت قائم غیر منافع بخش کمپنی کو اسکول کھولنے کی اجازت دی جاسکتی ہے بشرطیکہ کی ریاستی حکومت کو اس پر اعتراض نہ ہو۔ سی بی ایس ای نے غیر منافع بخش کمپنی کو اسکولوں کے نظم ونسق سے ہونے والی آمدنی کو تعلیم سے جڑے کاروبار پر خرچ کرنے میں بھی چھوٹ دی ہے۔

۱۱ ویں پانچ سالہ منصوبے کی اس تعلیمی مشن سے مسلمان کس حد تک مستفید ہوسکیں گے اس کو لے کر تصویر بہت صاف نہیں ہے اندازہ یہی ہے کہ جس طرح اب تک ہوتا رہا ہے کہ اس طرز پر گیارھواں پانچ سالہ منصوبہ بھی ترتیب دیا گیا ہوگا لیکن اس کے باوجود مسلمانوں میں تعلیم کی شرح کو بڑھانے کے امکانات کو مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ سرکاری سطح پر جو کوشش ہورہی ہے اس سے مسلمان بھی استفادہ کریں یہی وقت کا تقاضا ہے۔ اس کے لئے کچھ ملی تنظیموں اور تعلیمی اداروں کو آگے آنا ہوگا اور پوری پلاننگ کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کے سماجی اور تعلیمی طور پر پچھڑے ہونے کی سچر کمیٹی رپورٹ کی تصدیق کے بعد بھی وزارت اقلیتی امور نے اپنی تعلیمی اسکیموں میں مسلم کی بنیاد پر انہیں شامل نہیں کیا ہے بلکہ اقلیتوں کے طور پر شامل کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اس وزارت کی کوئی بھی اسکیم براہ راست مسلمانوں کو متاثر نہیں کررہی ہے بلکہ اقلیتی طبقے میں شامل ہونے کے سبب وہ ضمناً اس سے مستفید ہورہے ہیں اس سے سچر کمیٹی رپورٹ کا مقصد بھی پورا نہیں ہورہا ہے۔

جس طرح ماڈل اسکولوں کو کھولنے کی بات کہی جارہی ہے ان میں اگر کچھ تعداد مسلم علاقوں میں بھی کھولی جائے تو اس سے یقیناً مسلم ملت کو فیض پہنچے گا اور اس کے دوررس نتائج برآمد ہوں گے۔ مسلمانوں کے ذریعہ جنوب میں جس تعلیمی بیداری کی کوشش کی گئی اس کے نتیجہ میں آج وہاں میڈیکل اور انجینئرنگ کالج کی بھرمار ہے لیکن دوسری جانب صورتحال یہ ہے کہ مسلم بچے ابتدائی تعلیم ہی نہیں حاصل کررہے ہیں ایسے میں ان کالجوں کو خام مال کہاں سے ملے گا؟ شاید یہی وجہ ہے کہ وہاں کے مسلمانوں نے یہ طے کیا ہے کہ اب وہ کوئی کالج وغیرہ قائم کرنے کے بجائے اپنی ساری توجہ ابتدائی تعلیم پر مرکوز کریں گے۔ اس کے لئے حکومت کی اسکیمیں کافی معاون ثابت ہوسکتی ہیں۔

تعلیم اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے شوبھت یونیورسٹی کے پروچانسلر کنور شیکھر وجیندر کہتے ہیں کہ روزگار پر مبنی تعلیم ہونی چاہئے تاکہ نوجوان تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی کفالت بھی کرسکیں اس کے لئے چھٹی کلاس سے ہی ان کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹریننگ کا انتظام کرنا چاہئے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمیں کامیابی اور ترقی میں فرق ملحوظ رکھنا چاہئے۔ کامیابی فرد واحد کی ہوتی ہے۔ لیکن یہ اجتماعی ترقی میں بدل جائے یہی ہمارا مشن ہے۔ میزائل مین ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام کی مثال سے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے شیکھر کہتے ہیں کہ کلام ایک کامیاب سائنسداں ہیں لیکن انہوں نے اپنی کامیابی کو ملک سے جوڑ دیا۔ مدارس کے طلباء کو بھی خود کفیل بنایا جاسکتا ہے اس کے لئے وہاں آئی ٹی آئی کا قیام ایک بہتر طریقہ ہے۔

●●

انتخابات کی آمد اور سیاسی رہنماؤں کا رقص بسمل

ڈاکٹر سید عبدالباری

انتخابات کا موسم کیا آگیا عجب افراتفری کا عالم نظر آنے لگا، سیاسی رہنماؤں نے اپنی قسمت آزمائی کے لئے اپنا سب کچھ داؤں پر لگادیا۔ جدھر دیکھئے سخاوت کا دریا رواں ہے۔ بڑے بڑے جانی دشمنوں کو لوگ دوست بنانے اور گلے لگانے پر کمربستہ ہیں۔ قانون ساز اداروں میں پہنچنے کے دعوے داروں کی بھیڑ زیادہ تر عوام کی ایک بڑی تعداد کو اپنے گرد جمع کرنے کی فکر میں غلطاں نظر آرہی ہے۔ عوام کی یہ نفسیات کے چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی انہیں سیاست دانوں کی ریلیوں اور سیاسی پارٹیوں کے گلیاروں کی طرف جوق درجوق لے جارہی ہے اور طالع آزما سیاسی شعبدہ باز خوش ہیں کہ انہیں عوام کی حمایت حاصل ہورہی ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستان کی انتخابی سیاست ایک تماشہ گاہ میں تبدیل ہوچکی ہے جہاں اکثر رہنما عوام کے دل ودماغ سے کوئی رشتہ قائم کرنے کے بجائے نئے نرالے تماشوں اور شعبدوں سے اپنے گرد جمع ہونے والی بھیڑ کو لبھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اب پارٹی کے مینفسٹو اور قرارداد مقاصد سے نہ تو رہنماؤں کو کوئی خاص دلچسپی ہے اور نہ بھیڑ بھاڑ پر جو اس وقت بڑے بڑے جلسوں کا جاہ وحشم اور رہنماؤں کی چیخ پکار اور گھن گرج سننے کے لئے جمع ہوتی ہے۔ حال ہی میں ملک کے مختلف حصوں سے بڑے بڑے سیاسی اجتماعات کی خبریں اور ان کے بڑے بڑے اشتہارات اخبارات کے سرورق پر نظر آئے۔ اس بیماری میں ہماری اُردو صحافت خاص طور سے مبتلا ہے جو چار سال آرام کرنے کے بعد میدان عمل میں آنے والے رہنماؤں کے بڑے بڑے فوٹوگراف شائع کررہی ہے اور اُردوداں عوام کو اس خوش فہمی میں مبتلا کیا جارہا ہے کہ اب تمہارے سارے مسائل کا حل لے کر فلاں لیڈر اپنی فلاں سیاسی تنظیم کے ساتھ میدان عمل میں کود پڑا ہے۔

اس سیاسی ہنگامہ آرائی کو دیکھ کر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان سیاسی اعتبار سے خاصے بیدار ہیں اور ملک کی سیاست میں ان کی اس بیداری سے کوئی بڑا انقلاب ہونے والا ہے۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ ہمارے علماء وشیوخ بھی سیاست کو ایک رُخ دینے کے لئے نکل پڑے ہیں اور موجودہ ریلیوں اور اجلاسوں میں ان کی خاصی تعداد نظر آتی ہے۔ یہ دیکھ کر یہ خوش فہمی بھی پیدا ہوتی ہے کہ اب مسلم قوم خوبصورت وعدوں کے سہارے جینا نہیں چاہتی بلکہ اپنے بل بوتے پر میدان عمل میں آکر کچھ کرنے کی ضرورت محسوس کررہی ہے۔ انہیں یہ شدید احساس ہے کہ اب ہمیں دوسروں کے کاندھوں کا سہارا لینے کے بجائے خود اپنے بل بوتے پر آگے بڑھنا ہوگا اور اپنی مضبوط قوت ارادی اور بلند حوصلوں سے کام لینا ہوگا۔ مگر موجودہ ہندوستان کا المیہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے عوام تو بیدار غیر مند، خوددار اور سیاسی اعتبار سے باشعور ہیں مگر ان کے راہنما بدقسمتی سے قیادت کی اعلیٰ صفات سے محروم ہیں۔ ان میں سے اکثر علم وفکر سے محروم اور غور وفکر کی صلاحیت سے تہی دامن ہیں یہ راہنما ملک کی قومی سیاست جماعتوں کی بیساکھیوں کے سہارے چلنے کے عادی ہیں یہ ملک کے سامنے تعمیر وترقی اور سربلندی ورفعت کا کوئی لائحہ عمل پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ بدقسمتی سے ذات برادری، دولت اور مادی وسائل کے سہارے قیادت کے منصب کے دعوے دار بنے ہیں۔ زیادہ تر سیاست کے میدان میں قسمت آزمائی کرنے والی قومی جماعتوں کے حاشیہ بردار رہے ہیں جہاں گزشتہ ۴۰-۵۰ برسوں میں انہیں کچھ ذاتی آسائشوں کے علاوہ اپنے ملی مفاد میں کچھ بھی حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ الجھن وپریشانی کا شکار بیچارہ عام مسلمان ہوا ہے جو دوست کسی کا نہیں بن پاتا اور دشمن ہر الیکشن میں کسی نہ کسی کا بن جاتا ہے۔ بدقسمتی رہی ہے کہ گزشتہ انتخابات میں گرچہ اسٹریٹجک ووٹنگ کا شعور بیدار کیا گیا کہ سب امیدواروں میں جو مسلمانوں کے لئے غنیمت ہو اور ان کے مسائل کے حل سے دلچسپی رکھتا ہے اس کو ووٹ دیا جائے لیکن ان امیدواروں میں بہت کم نے کامیابی کے بعد مسلمانوں اور ان کے مسائل کو یاد رکھا۔ اب اس وقت اس طرح کی کسی حکمت عملی کے امکانات بھی کم ہیں اس لئے کہ متعدد بلکہ درجنوں سیاسی رہنما مسلمانوں کی سیاسی تنظیم کے لئے کوششوں میں مصروف ہیں اور ان میں کسی مفاہمت وکوآرڈینیشن کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ آنے والے انتخابات میں تقسیم در تقسیم مسلمانوں کے ووٹ کی قدر وقیمت کو ختم کردے گی۔

اس وقت ایک رجحان یہ بھی اُبھر رہا ہے کہ علاقائی سطح پر کچھ باشعور اور مضبوط کردار کے افراد کو پارلیمنٹ میں پہنچانے کی مسلمان کوشش کریں اور قومی جماعتوں میں جو مسلمان قسمت آزمائی کررہے ہیں ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اس لئے کہ ان کے جیتنے ہارنے سے ملت اسلامیہ کو کوئی فائدہ یا نقصان پہنچنے والا نہیں البتہ قومی وعلاقائی اکثریتی جماعتوں کو فخر وغرور میں مبتلا ہونے کا ایک موقع ملتا ہے کہ ہم نے اتنے مسلمان امیدواروں کو ٹکٹ دے کر اپنی دریا دلی کا ثبوت دیا ہے۔ پارلیمنٹ میں اگرچند بھی دلیر جرأت مند اور ملک وملت کے دوررس مفاد میں بے خوف ہوکر بولنے والے افراد پہنچ سکے تو یہی بڑی کامیابی ہوگی۔ کم ازکم مولانا حفظ الرحمٰن محمد اسماعیل، ابراہیم سلیمان سیٹھ، صلاح الدین اویسی اور ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی کے قد وقامت کے دو تین افراد بھی پارلیمنٹ میں پہنچ سکیں تو بے حس وبے شعور اور اپنی کرسی بچانے کی فکر میں ہر وقت غلطاں اور اکثریت کے بدزبان ممبران سے لرزاں وترساں اس بھیڑ سے بہتر ہوں گے جو گزشتہ دنوں میں مسلمانوں کی نمائندگی کرتی رہی ہے۔

اس وقت سیاسی رہنماؤں کی بھیڑ ملت کی تعمیر وترقی کے امور پر سنجیدہ غور وفکر کی صلاحیت سے محروم اور طویل منصوبہ بندی کی اہلیت سے عاری ہے۔ ان میں زیادہ تر عارضی ووقتی حل اور فرسٹ ایڈ کے قائل ہیں۔ وہ اس

باقی صفحہ ۵ پر

اسلام اور تعلیم نسواں

عالیہ ساجد صالحاتی (رامپور)

اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو وہ مقام ومنصب عطا کیا جس کی وجہ سے عورت انسانیت کی پیشانی پر عزت وعظمت کا نشان بن گئی ہے، یہ مرتبہ اور حقوق عورت کو صرف اسلام نے ہی دیئے آج تک کسی دوسری قوم، قانون اور نظام نے عورت کو اس کے حقوق نہیں دیئے کیونکہ اسلام عدل وانصاف کا دین ہے، اسلام کے آنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کرے اور ہر حقدار کو اس کا حق دلائے۔ جس طرح مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ حقوق اسلام نے متعین کئے ہیں، عورت نصف معاشرہ اور آدھا دھڑ ہے اس کے ناتواں کاندھوں پر بڑی بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں، عورت تربیت گاہ ہے اس سے نسل تربیت پاتی ہے۔ جس وقت اسلام ظہور پذیر ہوا عورت جاہلی معاشرے میں دھوکہ وفریب اور ظلم وجبر کی چکی میں پس رہی تھی، سماج میں اس کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں تھا۔ عورت کو منحوس سمجھا جاتا تھا، اس سے بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ بدفالی تین چیزوں سے لی جاتی ہے۔ عورت جانور اور گھر۔

اس معاشرے میں جب کہ مایوسی عام ہوچکی تھی عورت کی زندگی رنج وغم اور جبر وظلم اور ستم وایذا رسانی وتشدد کے اندھیاروں میں بھٹک رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے سورج کو طلوع ہونے کا حکم صادر فرمایا اور اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو ذلت ورسوائی کی سطح سے اٹھا کر اعلیٰ مقام عطا کیا۔ اور لوگوں کو اس بات پر دھارا کہ وہ عورت کی بہترین انداز سے تربیت کریں اور ان کے ساتھ اچھا معاملہ کریں جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''کہ جس شخص نیا اپنی دو بیٹیوں کی تربیت کی وہ اور اور میں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے'' یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دو انگلیوں کو اٹھا کر ان اشارہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ ان طور طریقوں کو اختیار کیا جو کہ عورت کو ایک حیثیت اور مقام دینے میں مددگار ثابت ہوئے آپ بخوبی جانتے تھے کہ کس طرح لوگوں کے دلوں میں عورت کی اہمیت اور عزت پیدا کی جاسکتی ہے، آپ لوگوں کو اس امر کی ترغیب دیتے تھے کہ وہ اپنی اولاد میں لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان تعلیم وتربیت، اخلاق وآداب، حسن سلوک اور ان کے کھانے پینے اور پہننے کے معاملے میں مساوات کو پیش نظر رکھیں حتی کہ رسول اللہ نے والدین سے وعدہ کیا کہ جو شخص بھی اپنی بیٹیوں کی تربیت بہترین انداز سے کرے گا اور لڑکیوں کو ترجیح نہیں دے گا تو اس کے لئے جنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی کوئی بیٹی ہو اور اس کو وہ تو زندہ درگور کرے اور نہ اس کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کرے اور نہ ہی اس پر لڑکوں کو ترجیح دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

یہی نہیں بلکہ رسول اللہ نے لڑکی کے معیار کو بلند کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے خود عملی نمونہ پیش کیا حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو امامہ بنت زینب کو گود میں اٹھا لیتے تھے جب سجدہ کرتے تو گود سے اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو پھر ان کو گود میں اٹھا لیتے۔'' جب کہ صورت حال اس وقت یہ تھی کہ لوگ اپنی بیٹیوں سے بدفالی لیا کرتے تھے جس کی قرآن نے اس طر تصویر کشی کی ہے: ''جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ کالا پڑجاتا ہے اور وہ غم اور غصے سے بھر جاتا ہے قوم سے چھپتا پھرتا ہے اس کی برائی سے جس کی خوشخبری اسے دی گئی ہے کہ آیا اس کو ذلت وخواری کے ساتھ باقی رکھے یا اس کو مٹی میں دبا دے، کیا ہی برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں۔ (النحل ۵۹-۵۸)

لیکن اسلام نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک اور قدم تعلیم کے سلسلے میں اٹھایا اور علم حاصل کرنا ہر مسلم اور مسلمہ پر فرض کیا حدیث میں ہے "طلب العلم فريضة على كل مسلم۔" چنانچہ مسلمانوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عورتوں کو علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ رسول اللہ وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے اور ان کو ایسا علم دین سکھاتے تھے جو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے نفع بخش ہوتا اور عورتوں نے رسول اللہ کے سامنے اس بات کی پیش کش کی کہ وہ ان کے لئے کوئی ایسا دن مقرر فرمائیں کہ وہ آپ کے ذریعہ تفقه في الدين اور امور اسلام سے واقفیت حاصل کریں۔ چنانچہ رسول اللہ نے عورتوں کی اس پیش کش کو قبول کیا اور ان کے لئے ایک دن مقرر فرمایا دیا جس میں آپ ان کو دینی تعلیم سے روشناس کراتے اور اسلامی معلومات فراہم کرتے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا اے اللہ کے رسول! لوگ آپ کے پاس آپ کی احادیث کو سننے آتے ہیں تو آپ ہمارے لئے بھی ایسا انتظام کیجئے کہ ہم بھی آپ سے وہ علم حاصل کریں جس علم سے آپ سرفراز کئے گئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: تم سب فلاں دن فلاں جگہ جمع ہوجایا کرو۔'' تو وہ سب اس اجتماع میں شریک ہوتیں اور آپ سے تحصیل علم کرتیں جس سے علم سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے سرفراز فرمایا تھا۔

اس طرح طلم علم کی چاہت کا پودہ عورت کے اندر اسلام نے ہی لگایا تھا یہاں تک کہ عورت کے لئے نماز میں حاضر ہونا اور اجتماعی خطبات میں شریک ہونا جائز قرار دیا گیا یہ دونوں انتظامات عورت کی تعلیم کا ایک وسیلہ تھے جن کے ذریعہ عورت کے نفس کی اصلاح وتربیت بہترین انداز سے ہوسکتی تھی اسی کے لئے رسول اللہ نے حکم دیا کہ ''لڑکیاں خواہ وہ بالغ ہوں یا وہ جو سن بلوغ کے قریب ہوں ان کو چاہئے کہ وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے اجتماع میں شریک ہوں تاکہ وہ اپنی تعلیم سے آراستہ ہوں۔'' ام عطیہ انصاریہ فرماتی ہیں کہ رسول نے دوشیزہ، حیض والی پردہ نشین خواتین کو حکم دیا کہ وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے اجتماع میں شریک ہوں اور حیض والی عورت نماز نہ پڑھے لیکن مسلمانوں کے سامنے حق کی گواہی دے اور خیر کی دعوت دے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ہم میں سے ایک ایسی عورت ہے جس کے پاس چادر نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: کہ وہ اپنی بہن کی چادر اوڑھے۔

یہ احادیث اور اس کے علاوہ دوسری اور احادیث ہیں جو اس معاشرے کے لئے سبق آموز ہیں جو کہ عورت کو ذلیل ورسوا کرنے میں غرق تھے۔ ان سبق آموز باتوں کا اچھا نتیجہ برآمد ہوا۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی تاریخ میں ایسی عالمات وجود میں آئیں جو کہ قابل ذکر ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ایک جلیل القدر عالمہ تھیں وہ لوگوں کے سامنے احادیث بیان کرتی تھیں اور صحابہ کرام آپ سے رسول کے اقوال اور فتوے نقل کرتے تھے۔ امام بدرالدین زرکشی نے ایک کتاب تالیف کی ہے "الاجابة لايراد ما استدركته عائشة على الصحابة" انہی عالمات میں سے سیدہ فاطمہ بنت شیخ علاء الدین سمرقندی بھی ہیں جو ایک مثالی شخصیت تھیں ان کے ذریعہ بھی اسلامی تاریخ کو ذخیرہ علم فراہم ہوا وہ مختلف علوم کی ماہر تھیں۔ اسی طرح ایک ستیتہ بنت قاضی حسین بن اسماعیل ضبی محاملی بھی ہیں جنکا ذکر ام واحد نے کیا ہے کہ وہ فقہ شافعی کی حافظہ تھیں وہ ام واحد سے احادیث بیان کرتی تھیں اور ام واحد لکھا کرتی تھیں ان کی وفات ۳۷۷ھ میں ہوئی۔ ام فتح بنت قاضی ابوبکر احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ تھیں جو کہ اپنے زمانے کی سب سے بڑی عالمہ رہیں انہوں نے اسلامی تعلیم کو بہت مضبوطی سے پکڑا، پختہ عقل اور عمدہ رائے جیسی خوبیوں سے آراستہ تھیں ان سے بہت سے علماء نے مختلف علوم میں استفادہ کیا۔ ان کی وفات ۳۹۰ھ میں ہوئی۔ انہی میں سے ایک کریمہ بنت احمد مروزی ہیں جو مکہ میں حدیث شریف کی سب سے بڑی عالمہ رہیں ان سے خطیب بغدادی نے صحیح بخاری پڑھی۔ اسی طرح کئی ایسی خواتین تھیں جو کہ مردوں کی اساتذہ رہیں۔ وہ ان کو درس دیتیں اور پھر ان کا جائزہ لیتیں۔

عبدالواحد مراکشی نے ذکر کیا ہے کہ قرطبہ میں مشرقی جانب ۱۷۵ عورتیں ایسی تھیں جو کوفی رسم الخط میں قرآن کی کتابت کرتی تھیں۔ اسلام میں بہت سی شاعرہ ایسی رہی ہیں جنہوں نے گہری چھاپ چھوڑی ان میں سے لیلیٰ اخیلیہ، حمیدہ اور سکینہ بنت حسن ہیں جو شعراء کے قصائد پر تنقید کرتیں اور ان کے درمیان جج کے فرائض انجام دیتیں۔ یہ محض چند مثالیں نمونہ از خروارے ہیں، عہد اسلامی میں علمی مرتبے اور دوسرے علوم وفنون میں ماہر خواتین کی فہرست بہت طویل ہے، جو مردوں کی اساتذہ رہی ہیں وہ ان کو درس دیتیں اور ان کا جائزہ لیتیں۔ علمی میدانمیں کئی ایسی عورتیں رہیں جو کہ مردوں سے فوقیت لے گئیں۔ ہمیں تاریخ میں ان کے بہت سے حالات ملتے ہیں۔ ان کے تذکرے ان کے علمی مرتبہ کی عکاسی کرتے ہیں جب کہ اس وقت یورپ میں عورت کی بے دریغ خرید وفروخت ہوا کرتی تھی جس کو رجس کہا جاتا اور اس کے بارے میں کہا جاتا کہ وہ ایک حادثہ ہے اور اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔

ترتولین Tertulion جو مسیحیوں کے سب سے بڑے عالموں میں سے ہے عورتوں کے بارے میں اپنا اظہار خیال اس طرح کرتا ہے کہ انسان کے دل تک اترنے کا عورت شیطان کا راستہ ہے اور یہ عورت شجر ممنوعہ تک حضرت انسان کو لے جانے والے ہے اور اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کرانے والی ہے اس کے علاوہ مسلمان خاتون کو جو عالی مرتبہ اور بلند مقام حاصل ہوا ہے اس کا بہت سے انصاف پسند مستشرق مرد اور خواتین نے اعتراف کیا ہے، اندلس کے بعض فرماں رواؤں کا کہنا ہے کہ علم ومعرفت کے زمانہ میں تو اندلس کو اس میدان میں بڑی عظمت حاصل تھی اور خواتین علم ومعرفت کی دیوانی تھیں بعض خواتین تو اپنے علم ومعرفت میں مشہور وممتاز تھیں چنانچہ اس زمانے میں قصر شاہی میں لبنی نام کی ایک خاتون تھی جن کو علوم عربیہ کی مہارت کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم پر بھی دسترس حاصل تھی وہ بہت اچھی ادیبہ اور انشاء پرداز تھیں بادشاہ ان پر بہت اعتقاد کرتا تھا اس کے مخصوص خطوط یہی خاتون لکھتی تھیں قصر شاہی میں وقت فکر اور سرعت فہم میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا۔ ایک دوسری خاتون جن کا نام فاطمہ تھا بہت پختہ اور خوش تحریر لکھتی تھیں یہ بھی بادشاہ کے خطوط لکھتی تھیں اس وقت کے علماء ان کے خطوط کو بہت پسند فرماتے تھے ان کے پاس بہت سے علوم وفنون کی کتابوں کا ایک بہت بڑا اور قیمتی سرمایہ تھا۔ اسی طرح ایک خدیجہ نام کی خاتون تھیں جو بہت عمدہ اشعار کہتی تھیں اور پڑھتی تھیں۔ ایک دوسری خاتون مریم تھیں جو اشبیلیہ میں بچیوں کو علم شعر کی تعلیم دیتی تھیں وہ اپنی تعلیم وتربیت میں بہت مشہور ومعروف تھیں چنانچہ ان کے مدرسہ سے بہت سی شعر وسخن کی ماہر خواتین پیدا ہوئیں۔ اسی طرح ایک راضیہ نام کی خاتون تھیں جو ''کوکب سعید'' کے نام سے معروف تھیں ان کو خلیفہ عبدالرحمن نے آزاد کیا تھا وہ شعر گوئی اور عمدہ کہانیاں لکھنے میں اپنے زمانے کی یکتائے روزگار تھیں چنانچہ خلیفہ کی موت کے بعد مشرق کے علاقے کی سیاحت کی اور ہر جگہ کے علماء واہل دانش سے داد تحسین حاصل کی۔

ایک جاپانی مستشرقہ زیغر یہ ہونکہ کہتی ہے کہ لوگوں نے خواتین کو قانون اور شریعت پڑھتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ مساجد میں تقریریں کررہی ہیں دین کے احکام بیان کررہی ہیں غرض ایک خاتون اپنے زمانے کے بڑے علماء سے اپنی پوری تعلیم حاصل کرتی ہے پھر ان سے تعلیم وتدریس کی سند حاصل کرتی ہے اور اپنے پڑھے ہوئے اور سیکھے ہوئے علم کو دوسروں کو سکھاتی ہے اس طرح وہ استاذ اور معلمہ بن جاتی ہے چنانہ اس طرح کی بہت سی فاضل خواتین شاعر وادیبات علمی اسٹیج پر نمودار ہوئیں اور لوگ خواتین کے تعلیم حاصل کرنے پر بھرپور توجہ اور زور دیتے تھے۔ ابتداء میں اسلام نے عورت کو تمام معاملات میں حلال وحرام کی تمیز کرائی اور عقائد وعبادات اخلاق فاضلہ اور تہذیب نفس سے اس کی معرفت کرائی۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین اور مومنات کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اب یہ کسی عورت یا مرد کے لئے ممکن نہیں کہ اس علم کو حاصل کئے یا اس پر عمل کئے بغیر خود کو یا اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچالے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ کس طرح عورت اپنے امور واحوال کو بخوبی نبھاسکتی ہے جب کہ وہ بے علم ہو؟ کس طرح وہ اپنے بچوں کی تربیت بہترین انداز سے کرسکتی ہے جب کہ وہ خود تعلیم وتربیت سے عاری ہو؟ کس طرح وہ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف اچھی طرح متوجہ ہوسکتی ہے جب کہ وہ اسلامی تعلیم سے ناآشنا ہو؟ اسی لئے اسلام نے علم حاصل کرنا ہر مسلم اور مسلمہ پر فرض کیا ہے اور اس کے لئے تعلیم حاصل کرنے کے راستے کو درست وہموار کردیا ہے اور حکومت اسلامیہ پر اس بات کو واجب کردیا کہ وہ ان لڑکوں اور لڑکیوں پر انفاق کا نظم کریں جن کے والدین ان پر خرچ کرنے سے قاصر ہوں اور تنگدست ہوں۔

> کس طرح عورت اپنے امور واحوال کو بخوبی نبھاسکتی ہے جب کہ وہ بے علم ہو؟ کس طرح وہ اپنے بچوں کی تربیت بہترین انداز سے کرسکتی ہے جب کہ وہ خود تعلیم وتربیت سے عاری ہو؟ کس طرح وہ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف اچھی طرح متوجہ ہوسکتی ہے جب کہ وہ اسلامی تعلیم سے ناآشنا ہو؟ اسی لئے اسلام نے علم حاصل کرنا ہر مسلم اور مسلمہ پر فرض کیا ہے اور اس کے لئے تعلیم حاصل کرنے کے راستے کو درست وہموار کردیا ہے اور حکومت اسلامیہ پر اس بات کو واجب کردیا کہ وہ ان لڑکوں اور لڑکیوں پر انفاق کا نظم کریں جن کے والدین ان پر خرچ کرنے سے قاصر ہوں اور تنگدست ہوں۔

اسلام نے مختلف علوم وفنون سیکھنے سے منع نہیں کیا اور نہ عورت کے لئے کسی بھی علم کو حاصل کرنا حرام قرار دیا ہے۔ لیکن قوم کا عام مفاد ومصلحت امت کا مفاد ومصلحت ہوتا ہے۔ چنانچہ قومی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ عورت ان تمام علوم کو حاصل کرے خواہ وہ تدریس وطبابت کا علم ہو یا تیمارداری کا یا اس جیسے اور علوم جو عورت اور اس کی طبیعت سے ہم آہنگ ہوں۔ غرض اسلام نے ہمیشہ فرد اور جماعت کے مفاد کا پاس ولحاظ رکھا ہے۔

جس چیز کو مفاد اور مصلحت نے حلال اور مباح بنایا۔ اسلام نے بھی اس کے سلسلے میں حلت کا حکم دیا اور جس چیز کو مفاد اور مصلحت نے حرام قرار دیا اسلام نے بھی اس کی حرمت کا حکم لگایا۔ چنانچہ جہاں کوئی مفاد ومصلحت رہی وہاں شریعت کا حکم بھی اس کے مطابق رہا جب اسلام نے عورت کو حصول علم کی دعوت دی تو ساتھ ہی ساتھ عورت کو ساتر اور اس کے وقار وآبرو کی حفاظت کرنے والا لباس پہننے کا حکم بھی دیا۔ ہمارے زمانے کے مسلمان اسلام کی حقیقی روح سے اس قدر دور ہوگئے ہیں کہ ان کے دلوں سے ایمانی روشنی ختم ہوگئی ہے۔ کاش یہ لوگ سیرت رسول کو اپنا نمونہ اور آئیڈیل بناتے اور اس کا بغور مطالعہ کرتے تو خود سیرت کے صفحات سے یہ بات طشت ازبام ہوجاتی کہ رسول عربی نے سب سے پہلے خواتین کو طلب علم کی دعوت دی۔

یہ تصور کہ مسلمان خواتین کی تعلیم کے سلسلے میں اسلام کے نقطہ نظر سے اسلام دشمنوں نے استفادہ کیا اور ان کو وسیع اور کھلا میدان مل گیا۔ وہ ہماری خواتین اور بیٹیوں کے ذہنوں کو مسموم کرنے لگے، غرض کبھی ہماری بیٹیوں کے افکار پر مشرق سے حملے کرتے ہیں تو کبھی مغرب سے۔ جن سب کے برے نتائج واثرات ہم اپنے زمانے میں دیکھ رہے ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ ●●

بقیہ: نماز باجماعت میں عورتوں ●●

کرکے اکبر الہ آبادی نے بہت پہلے ہی کہا تھا:

یوں قتل پہ بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

(اکبر الہ آبادی اور ان کے جذبات کا صدہا احترام کرنے کے باوجود کالج کے بارے میں ان کے اس تبصرے سے ہم اتفاق نہیں کرتے اور دل سے اس بات کے آرزو مند ہیں کہ مجوزہ یونیورسٹی جلد سے جلد شروع ہو، اس تمنا کے ساتھ کہ اس میں مخلوط کلچر کے بجائے اسلامک ڈسپلن نافذ ہو۔)

اس تفصیلی گفتگو کو ہم اس بات پر ختم کرنا چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو کوئی بھی فرد یا فریق ضد اور انا کا مسئلہ نہ بنائے۔ عیدگاہ میں عورتوں کے لئے اہتمام کرنے یا نہ کرنے کا اختیار عیدگاہ انتظامیہ اور امام صاحب کو ہے اور وہ جو مناسب سمجھیں اسے تسلیم کرنا سب کی ذمہ داری ہے۔ اکابر اور ذمہ داروں کا احترام اور ان کی اطاعت کرنا اسلام میں زیادہ مطلوب ہے۔ تاہم کچھ لوگ نجی طور پر اپنے لئے عیدگاہ سے الگ کوئی اہتمام کرتے ہیں تو ان کے اس حق کو بھی تسلیم کیا جانا چاہئے۔ رواداری اور خیرسگالی کے رویے میں ہی سب کے لئے بہتری ہے۔ (ختم شد)

بقیہ: امریکی سیاست میں خواتین

میں Up-State سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیویارک سٹی کے علاقے سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ ریاست کے اندرونی دیہاتی علاقوں سے ہیں لیکن نامزدگی کا اعلان ہوتے ہی انہوں نے ہارلم اور کوئنز نامی علاقوں کا دورہ کیا۔ ہارلم سیاہ فاموں کا جب کہ کوئنز ملا جلا نسلی علاقہ ہے۔ صدر بل کلنٹن نے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنا صدارتی دفتر ہارلم میں کھولا تو ان کا خیال ہوگا کہ اس سے ہلیری کلنٹن کے لئے سیاہ فاموں کے ووٹ حاصل کرنے میں مدد ملے گی لیکن بارک اوباما کی وجہ سے یہ حکمت عملی ناکام ہوگئی۔

گورنر پیٹرسن نے واضح کیا کہ کیرولین کینیڈی نے اپنی مرضی اور ذاتی حالات کی وجہ سے امیدواری واپس لی تھی اور انہیں گورنر کی طرف سے کوئی اشارہ نہیں دیا گیا تھا۔

اصل سوال یہ ہے کہ کیرولین کینیڈی کو سیاست میں آنے سے کتنی دلچسپی ہے اور کیا وہ اس کی بھاری قیمت ادا کرسکتی ہیں؟ سینیٹر ایڈورڈ کینیڈی غالباً زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں گے یا پھر کام کرنے کے قابل نہ رہیں گے۔ ان کی خالی نشست پر بھی کیرولین کو لایا جاسکتا ہے۔ اوباما یقیناً کیرولین کے مداح ہیں اور انہیں سیاست میں لانا چاہیں گے، دیکھنا یہ ہے کہ ابتدائی مشکلات کی وجہ سے کیرولین گوشہ عافیت میں واپس چلی جائیں گی یا کچھ عرصے کے بعد پورے عزم سے مقابلے کے میدان میں واپس آجائیں گی۔ نہ صرف سینیٹ کے لئے بلکہ اس گھر کے لئے بھی کہ جہاں انہوں نے اپنا ابتدائی بچپن گزارا تھا۔ وائٹ ہاؤس!! ●●

امت مسلمہ کی حیثیت اور ذمہ داری

محمد سیف اللہ
کوٹہ (راجستھان)

ارشاد الٰہی ہے: ''اے انسانو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قوموں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، اور تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ تبارک ''وتعالیٰ جاننے والا باخبر ہے''۔ (سورہ الحجرات: ۱۳)

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! سنو حقیقت میں تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہی ہے۔ سنو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے''۔ (حدیث مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔'' (بخاری، مسلم)

سورۃ الحجرات کی مذکورہ آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ تمام انسان اصل میں ایک ہی نسل ہیں اور یہ جو بعد میں نسلیں بنی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام انسان آدم وحوا کی اولاد ہیں۔ یعنی سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان میں آپس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی حقیقی برتری اور عزت ہے تو وہ صرف اس بنا پر کہ کون اللہ تعالیٰ سے ڈر کر زندگی بسر کرنے والا ہے اور ان برائیوں سے بچنے والا ہے جن کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔ ہر وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے وہ دوسروں سے بہتر اور برتر آدمی ہے۔ سب سے زیادہ عزت والا اور قدر کے قابل ہے، چاہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے کا ہو اور کسی بھی رنگ ونسل کا ہو۔

اگر کوئی شخص خدا سے بے خوف ہے اور ان برائیوں میں مبتلا ہے جو خدا کو ناپسند ہیں اور وہ ان نیکیوں سے خالی ہے جو خدا کو پسند ہیں تو وہ بدتر آدمی ہے۔ چاہے وہ آپ کے گھر کا ہی کوئی فرد ہو۔ یہ وہ اصول ہے جس کی بنیاد پر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو جمع کیا اور اجتماعیت کو پروان چڑھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کمال تھا کہ آپ ﷺ نے جس اصول کو پیش کیا، حقیقی زندگی میں بھی اس کو عمل کے سانچے میں ڈھال کر دکھایا اور اسی کی بنیاد پر ایک امت تشکیل فرمائی۔

قرآن مجید میں اس کی ذمہ داری بھی بتائی گئی ہے اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک ''امت وسط'' بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہو''۔ (سورۃ البقرہ: ۱۴۳)

امت وسط سے مراد ہے ایک ایسی انسانی جماعت جو عدل وانصاف اور اعتدال کی روش پر قائم ہو، جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو۔ یہ حیثیت مسلمانوں کی قرار دی گئی بحیثیت ایک امت کے پوری امت اس مقام پر کھڑی کی گئی ہے کہ یہ دنیا میں عادل امت کی حیثیت سے ساری انسانیت کے ساتھ معاملہ کرے۔ اور اپنی گواہی دینے کی ذمہ داری بھی ادا کرے یعنی آخرت میں جب پوری نوع انسانی کا اکٹھا حساب لیا جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ کے ذمہ دار نمائندے کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہی دیں گے کہ فکر صحیح اور عمل صالح اور نظام عدل کی جو تعلیم اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں دی تھی وہ انھوں نے اس امت تک بے کم وکاست پوری کی پوری پہنچادی اور اس کے مطابق عمل کرکے دکھادیا۔

اس کے بعد رسول کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے اس امت کو عام انسانوں پر گواہ بن کر اٹھنا ہوگا اور یہ شہادت دینی ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس تک جو کچھ پہنچایا تھا اس کو دنیا کے انسانوں تک پہنچانے میں اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عمل کرکے دکھایا تھا وہ اس امت نے دنیائے انسانیت کو عمل کرکے دکھانے میں اپنی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی۔

حجۃ الوداع کا موقع ہے کم وبیش ڈیڑھ لاکھ صحابہ کا مجمع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''قیامت کے دن میرے متعلق سوال ہوگا۔ بتلاؤ کیا میں نے دین کا پیغام تم تک پہنچا دیا؟'' سب نے ایک آواز میں جواب دیا۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے پیغام کو ہم تک بے کم وکاست پہنچا دیا۔ پھر آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر فرماتے ہیں: ''اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ یہ مجمع اقرار واعتراف کررہا ہے''۔ پھر فرمایا:

تم اس پیغام کو ان لوگوں تک پہنچادو جو آج یہاں موجود نہیں ہیں۔ اب یہ ہماری ذمہ داری قرار پائی کہ ہم اس پیغام کو دنیائے انسانیت تک پہنچانے کا حق ادا کردیں۔ اس کام کے لئے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ لگادیں اور اسی کام کو کرتے کرتے اپنے مالک حقیقی سے جاملیں۔

●●

بقیہ: انتخابات کی آمد اور سیاسی رہنماؤں کا رقص بسمل

بات کو دل کی گہرائیوں سے محسوس نہیں کرتے کہ یہ کس قدر ذلت کی بات ہے کہ وہ سیاستداں جنہوں نے گزشتہ ۶۰ سالوں میں مسلمانوں کو منصوبہ بند طریقے سے زمین پر رینگنے والے کیڑوں مکوڑوں کی سطح تک پہنچادیا اور اب انہیں بیک ورڈ کلاس اور ایس سی وایس ٹی کی صف میں کھڑے ہونے کی اجازت بھی دینے میں تامل کررہے ہیں اور ان سے مسلم قیادت دو وقت کی روزی روٹی کے لئے فریاد کررہی ہے۔ جمہوریت اور دستور اس ملک میں صرف اکثریت کو فیض پہنچانے کا وسیلہ رہے ہیں۔ ہمارے سیاسی قیادت کے دعوے دار انہی قومی جماعتوں کے دست نگر ہیں اور اگر انہیں پارلیمنٹ یا اسمبلی کا کوئی ٹکٹ حاصل ہوجاتا ہے تو اس قدر خوشی منائی جاتی ہے گویا مسلمان قیادت کو معراج حاصل ہوگئی۔ افسوس کہ اب قیادت وامامت کا رشتہ اعلیٰ نظریات اور بلند اقدار سے قائم نہیں رہا ہے۔ فکری ونظریاتی سطح پر کھوکھلے انسان اگر قانون سازی کی کرسیوں تک پہنچ بھی جائیں تو وہی حشر ہمارے معاشرے کا ہوگا جس میں زیادہ تر قانونی مجرموں اور ناجائز طریقے سے دولت سمیٹنے والے لوگ زیادہ سیاسی رہنماؤں کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

مگر اس وقت سماج میں اچھے اور باکردار انسانوں کو قیادت کے مقام تک لے جانے کے علاوہ سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ ملک کو فاشزم اور ہندتو کی قوتوں سے بچانے کے لئے فی الفور کیا لائحہ عمل بنایا جائے۔ مشکل یہ ہے کہ اگر مرکز میں یہ گروہ برسراقتدار آتا ہے تو پھر انسانوں کو آزادی فکر وعمل سے محروم کرنے اور دہشت گردی اور خوف کی حالت میں کمزور طبقات کو مبتلا کرنے کا سلسلہ پھر شروع ہوجائے گا۔ اس لئے وقتی طور پر پھر اسٹریٹجک ووٹنگ کی طرف رخ کرنے پر شاید مجبور ہونا پڑے گا۔ پھر ایک طویل المیعاد پروگرام کے تحت ملک میں انصاف کا نظام قائم کرنے اور اچھے انسانوں کو سیاست کے پلیٹ فارم پر لانے کی ایک مہم شروع کرنی ہوگی۔ ملک میں ملت کے اندر ایسے دور اندیش اور مخلص افراد اور ادارے وجماعتیں موجود ہیں۔ ملی کونسل، جماعت اسلامی وغیرہ اس منصوبے پر پہلے سے عمل کررہی ہیں۔ یقیناً اس کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے اس لئے کہ انسانی فطرت شر اور بے کرداری سے ہمیشہ اعراض کرتی رہی ہے اور اس وقت جو شر اور بے کرداری سیاست پر حاوی ہے اس کا مداوا خود عوام کرنے کے لئے آگے بڑھیں گے جس کے آثار نظر آرہے ہیں۔

●●

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی۔ امور خارجہ کے وزیر مملکت آنند شرما نے کہا ہے کہ ہندوستان اپنی اس بات پر قائم ہے کہ ممبئی حملوں کی سازش پاکستان میں رچی گئی تھی اور حملہ آور سمندری راستے سے ممبئی میں داخل ہوئے تھے۔

● نئی دہلی۔ بی جے پی نے لال جی ٹنڈن کو اٹل بہاری باجپئی کی جگہ لکھنؤ لوک سبھا حلقہ سے پارٹی کا امیدوار بنایا ہے۔

● نئی دہلی۔ دہلی پولیس نے راجدھانی کے سیریل بم دھماکوں میں آٹھ لوگوں کے خلاف دو فرد جرم داخل کی ہے۔ یہ فرد جرم کناٹ پلیس کے سنٹرل پارک میں ہوئے دھماکہ اور انڈیا گیٹ کے پاس واقع چلڈرن پارک میں ملے بم کے معاملے میں ہے۔

● نئی دہلی۔ سپریم کورٹ نے نٹھاری قتل معاملے میں اہم مجرم مندر سنگھ پنڈھیر کو بچانے کی کوشش کرنے کے لئے سی بی آئی کے خلاف کارروائی کے سلسلے میں ایک عرضی پر غور کرنے سے انکار کردیا۔

● احمد آباد۔ گودھرا آتشزدگی معاملہ میں گزشتہ سات سال سے ۷۹ مسلمان بغیر ضمانت کے پڑے ہیں۔ ریاستی اسمبلی میں کانگریس کے ممبر اسمبلی فرخ شیخ کے ایک سوال کے جواب میں گجرات سرکار نے ایوان میں کہا کہ گجرات فسادات کے ۱۹۵۸ میں سے ۹۳ مقدمات کی تحقیقات شروع ہوگئی ہے اور باقی معاملات کی انکوائری بھی جاری ہے۔ جن مقدمات کی فائلیں پھر سے کھلی ہیں ان میں ۸۱۰ ملزمین کی نشاندہی کی گئی ہے۔

● نئی دہلی۔ سپریم کورٹ نے اتر پردیش کی وزیر اعلیٰ مایاوتی کے ڈریم پروجیکٹ کے لئے لکھنؤ کے گومتی نگر اور اس کے اطراف کی عمارتوں کو منہدم کرنے کی کارروائی پر روک لگادی ہے۔

● پٹنہ۔ وزیر ریلوے لالو پرساد یادو نے بہار کے سیلاب متاثرین کی بازآبادکاری کے لئے ریلوے ملازمین اور راشٹریہ جنتا دل کی طرف سے وزیر اعلیٰ ریلیف فنڈ میں چالیس کروڑ روپے کا چیک دیا۔

● اٹاوہ۔ سماجوادی پارٹی کے سربراہ ملائم سنگھ یادو نے یہاں کہا کہ جس مرکزی حکومت کو ہم نے گرنے سے بچایا وہی ہمیں جیل بھیجنا چاہتی ہے۔ سی بی آئی میرے خلاف فرضی دستاویز تیار کررہی ہے۔

● نئی دہلی۔ لوک سبھا کے اسپیکر سومناتھ چٹرجی نے کہا کہ وہ ابھی بھی کمیونسٹ ہیں اور کمیونزم کسی پارٹی کی جاگیر نہیں ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ تین باتوں کے لحاظ سے ہندوستان دنیا میں منفرد ملک ہے۔ یہاں کے جج خود ہی ججوں کا تقرر کرتے ہیں، پارلیمنٹ کے ارکان اپنی تنخواہ خود طے کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ اپنا ٹی وی چینل خود چلاتی ہے۔

● منگلور۔ کرناٹک کے جنوبی کنڑ ضلع کے کرائی میں ایک مسجد کی دیوار منہدم ہونے سے چار افراد کی موت ہوگئی اور بیس زخمی ہوگئے۔

● اٹاوہ۔ سماجوادی پارٹی کے صدر ملائم سنگھ یادو نے کہا ہے کہ پارٹی کے سینئر لیڈر اعظم خاں ناراض نہیں ہیں بلکہ کچھ وجوہ کی بنا پر مایوس ہیں جس دن وہ میرے ساتھ بیٹھ کر بات کرلیں گے ان کی اداسی دور ہوجائے گی۔

● نئی دہلی۔ حج کمیٹی آف انڈیا کے چیف ایگزیکیٹو افسر محمد اویس نے کہا کہ سعودی حکومت کی اس ہدایت کے پیش نظر کہ حج ویزا صرف انٹرنیشنل پاسپورٹ پر لگایا جائے گا، ۲۰۰۹ء میں تمام ہندوستانی عازمین حج کے لئے انٹرنیشنل پاسپورٹ لازمی ہے۔ حج کمیٹی نے حج ۲۰۰۹ء کے پروگرام کا اعلان کرتے ہوئے ایک ورق کا عارضی درخواست فارم جاری کردیا جو متعلقہ ریاستی حج کمیٹیوں سے ۵؍مارچ سے بلاقیمت حاصل کیا جاسکتا ہے۔

● نئی دہلی۔ بی جے پی کے لیڈر ایل کے آڈوانی نے کہا ہے کہ آئندہ لوک سبھا انتخابات کے لئے حالات سازگار ہیں لیکن چیلنج سے بھرپور ہیں۔

● نئی دہلی۔ وزارت فروغ انسانی وسائل نے مدارس کی جدید کاری کو آگے بڑھاتے ہوئے انہیں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

● نئی دہلی۔ لوک سبھا کے اسپیکر سومناتھ چٹرجی نے چودہویں لوک سبھا کے آخری دن کہا کہ وہ دکھی دل سے اس عظیم ادارہ کو چھوڑ ضرور رہے ہیں لیکن مستقبل قریب میں وہ یہاں آنا نہیں چاہیں گے۔

غیر ملکی

● کراچی: پاک بحریہ کے سربراہ ایڈمرل نعمان بشیر نے کہا ہے کہ ہماری اطلاعات کے مطابق ممبئی حملوں میں گرفتار اجمل قصاب سمندر کے راستے ممبئی گیا ہی نہیں تھا۔ اگر وہ اس راستے گیا تھا تو ہندوستانی بحریہ اور کوسٹ گارڈ کیا کررہے تھے۔

● اسلام آباد۔ پاکستان کے صدر آصف علی زرداری نے ممبئی حملوں کے سلسلے میں پاکستان کے وکیل استغاثہ سردار محمد غازی کو برطرف کردیا ہے۔ انھوں نے گزشتہ دنوں درخواست کی تھی کہ حملوں کی تفتیش کو آگے بڑھانے کے لئے حکومت ہند اجمل قصاب کو پاکستان کے حوالے کرے۔

● لندن۔ متحدہ قومی موومنٹ کے لیڈر الطاف حسین نے مسلم لیگ (ن) کے سربراہ نواز شریف اور سابق وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کو الیکشن کے لئے نااہل قرار دینے کے سپریم کورٹ کے فیصلے پر کہا کہ یہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے۔ صدر آصف علی زرداری کا نہیں۔ اس لئے نااہلی کے فیصلے کے لئے صدر کو مورد الزام ٹھہرانا صحیح نہیں ہے۔

● واشنگٹن۔ پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے کہا ہے کہ امریکی حکام سے ملاقات کے بعد سوات معاہدے سے متعلق امریکی خدشات دور ہوگئے۔

● کولمبو۔ ہندوستانی خارجہ سکریٹری شیو شنکر مینن نے یہاں اپنے پاکستانی ہم منصب سلمان بشیر سے ملاقات کی اور ممبئی حملوں کے قصورواروں کو جلد گرفتار کرنے کی اپیل کی۔

● نیویارک۔ اطلاعات کے مطابق نئے امریکی صدر اپنے انتخابی وعدے کے مطابق اگست ۲۰۱۰ء تک عراق سے امریکی فوج کے ایک بڑے حصے کے انخلاء کے منصوبے کا اعلان کردیا۔ اس منصوبے کے تحت عراق میں امریکی فوجیوں کی تعداد ایک لاکھ ۴۲ ہزار سے کم ہوکر ۵۰ ہزار ہوجائے گی اور ۲۰۱۱ء تک بقیہ فوج بھی واپس آجائے گی۔

● نیویارک۔ اقوام متحدہ میں امریکی نمائندہ سوسن رائس نے کہا کہ عراق اب بھی واشنگٹن کے لئے اہمیت رکھتا ہے مگر اوباما انتظامیہ کی نئی حکمت عملی کے تحت وہاں سے فوج میں کمی کے لئے ذمہ دارانہ اور محفوظ طریقے اختیار کئے جائیں گے۔

● ڈھاکہ۔ بنگلہ دیش رائفلز کی بغاوت کی اعلیٰ سطحی انکوائری شروع ہوگئی ہے۔ ۲ روز تک جاری اس بغاوت میں ۵۰ سے زائد افراد مارے گئے۔

● تہران۔ عراق کے صدر جلال طالبانی نے ایک بار پھر ایران کا سرکاری دورہ کیا۔ اس سے قبل ۲۰۰۷ء میں دورہ کیا تھا۔ صدام حکومت کے خاتمے کے بعد دونوں ملکوں کے تعلقات میں بہتری آئی ہے۔

● قاہرہ۔ حماس اور فتح سمیت ۱۴ فلسطینی گروپوں نے یہاں مصری ثالثی میں منعقدہ میٹنگ میں حکومت سازی، سیکورٹی، پی ایل او کی تشکیل نو اور صدارتی و پارلیمانی انتخابات کے انعقاد کے لئے پانچ کمیٹیوں کی تشکیل پر اتفاق کیا۔

● کابل۔ افغانستان میں تعینات چار برطانوی فوجی دو مختلف واقعات میں زخمی ہونے کے بعد ہلاک ہوگئے۔ ایک دوسرے واقعے میں چار امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔

● رام اللہ۔ فلسطینی وزیر اعظم سلام فیاض نے حالیہ اسرائیلی بمباری سے تباہ ہونے والے غزہ شہر کی تعمیر نو کے لئے ۲.۸ ارب ڈالر کی غیر ملکی امداد کا مطالبہ کیا ہے۔

● واشنگٹن۔ ہندوستان میں انسانی حقوق سے متعلق امریکی کانگریس کو پیش کی گئی محکمہ خارجہ کی سالانہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ہندوستان عام طور پر اپنے شہریوں کے حقوق کا احترام کرتا ہے لیکن اب بھی کچھ سنگین مسائل ہیں جن پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

● اسلام آباد۔ پاکستان کے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے کہا ہے کہ سابق صدر پرویز مشرف کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کا فیصلہ پارلیمنٹ کو کرنا ہے۔ ابھی تک پارلیمنٹ نے مشرف کے اقدامات کو آئینی تحفظ نہیں دیا ہے۔ یہ بات پارلیمنٹ کی صوابدید پر ہے کہ وہ کیا کرتی ہے۔

● لاہور۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے صدر نواز شریف نے کہا ہے کہ وہ بدامنی اور کھینچا تانی نہیں چاہتے ہیں۔ اگر صدر آصف علی زرداری وعدے پورے کریں تو کسی لانگ مارچ اور دھرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

بنگلہ دیش میں مزید قبریں برآمد

بنگلہ دیش میں سرحدی فوج، بنگلہ دیش رائفلز کی بغاوت کے بعد دارالحکومت ڈھاکہ میں مزید اجتماعی قبریں برآمد ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے مسلح افواج کے سربراہ جنرل معین الدین احمد نے حکومت کو یقین دلایا تھا کہ فوج حکومت کی وفادار رہے گی۔ گزشتہ روز تقریباً ستر فوجی افسروں کی لاشیں ملی تھیں اور خدشہ ہے کہ اتنے ہی مزید فوجی اس بغاوت میں ہلاک ہوئے ہیں۔ ڈھاکہ میں بی بی سی کے نامہ نگار مارک ڈسٹ کے مطابق ڈھاکہ میں بنگلہ دیش رائفلز کے ہیڈکوارٹر کے احاطے میں تین مزید قبریں ملی ہیں جن سے بنگلہ دیش رائفلز کے کمانڈو اور ان کی بیوی سمیت دس افراد کی لاشیں برآمد کی گئیں۔ باقی فوجی افسروں کی لاشوں کے لئے ابھی تلاش جاری ہے۔ ہیڈکوارٹر میں موجود میجر سومن نے بی بی سی کو بتایا کہ جو لوگ بلڈنگ میں داخل ہوئے، وہ سیڑھیاں چڑھ کر گیسٹ روم میں گئے جہاں انہیں کرنل دیولا اور ان کی بیوی ملیں۔ 'ہم نے جو دیکھا اور جو ہمیں اب سمجھ آیا ہے، اس سے لگتا ہے کہ ان دونوں نے بستر کے پیچھے چھپنے کی کوشش کی لیکن دونوں کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا۔ پھر دونوں کی لاشیں گھسیٹ کر بستر کے سامنے لاکر رکھی گئیں جس کے بعد چھتیس انچ اسکرین کے ٹی وی کو کرنل دیولا کے سر پر مارا گیا'۔ قبروں سے برآمد ہونے والی کئی لاشیں بری طرح جھلسی ہوئی ہیں اور ان کی شناخت بھی مشکل ہے۔ بنگلہ دیش فائر سروس اور سول ڈیفنس کے ڈائریکٹر آپریشنز میجر شیخ محمد شاہ جلال نے بتایا کہ جس علاقے میں تلاش جاری ہے وہ بہت وسیع ہے اور باغی سپاہیوں نے کئی لاشوں کو جلا دیا ہے اور اس وجہ انہیں تلاش کرنے میں بھی مشکل پیش آرہی ہے۔

فوج کے سیکنڈ ان کمانڈ لیفٹننٹ جنرل ایم اے مبین کا کہنا ہے کہ اس بربریت کے ذمہ دار فوجیوں کو بخشا نہیں جائے گا۔ حکومت نے بدھ کو باغی سپاہیوں کے ساتھ مذاکرات کے بعد عام معافی کا اعلان کیا تھا جس کے بعد اکثر باغیوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ لیکن اب حکومت نے وضاحت کی ہے کہ ان باغیوں کو معافی نہیں دی جائے گی جو ان ہلاکتوں کے ذمہ دار ہیں۔ حکمراں جماعت عوامی لیگ کے جنرل سکریٹری اور رکن پارلیمان عبدالجلیل نے بی بی سی کو بتایا کہ اس معاملے کی پوری تفتیش ہوگی۔ 'ہمیں کبھی یہ توقع نہیں تھی کہ بنگلہ دیش میں ایسا واقعہ پیش آئے گا۔ ہم اس کے پیچھے وجوہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس مقصد کے لئے ہم نے وزیر داخلہ کی سربراہی میں ایک انکوائری کمیشن تشکیل دیا ہے'۔ ڈھاکہ میں بنگلہ دیش رائفلز کے ہیڈکوارٹر میں سے جن فوجی افسروں کی لاشیں ملی ہیں ان میں بنگلہ دیش رائفلز کے سربراہ میجر جنرل شکیل احمد کی لاش بھی شامل ہے۔ بنگلہ دیش کی سرحد کے لئے کام کرنے والے بنگلہ دیش رائفلز کے سپاہیوں کی بغاوت کم تنخواہ اور ملازمت کے بدترین حالات جیسے تنازعات سے شروع ہوئی تھی اور بنگلہ دیش کے کئی شہروں میں پھیل گئی تھی۔

باجوڑ میں طالبان کی شکست کا دعویٰ

باجوڑ۔ پاکستانی فوج نے کہا ہے کہ اس نے افغانستان کی سرحد سے ملحق علاقے کو طالبان سے صاف کردیا ہے۔ میجر جنرل طارق خان نے قبائلی علاقے باجوڑ کے دورے پر جانے والے صحافیوں کو بات چیت کے دوران بتایا کہ فوج کو سرحدی علاقوں کے آپریشن میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

انھوں نے کہا کہ باجوڑ کے قبائلی علاقے میں طالبان گروپوں کی مزاحمت کو ختم کردیا گیا۔ حکام کا کہنا ہے کہ اس آپریشن کے دوران پندرہ سو شدت پسند اور سو کے قریب پاکستانی فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ امریکی حکام سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے نیم خودمختار قبائلی علاقے طالبان کے لئے جنت ہیں اور انہی علاقوں سے وہ سرحد پار افغانستان میں امریکی افواج پر حملے کرتے ہیں۔

امریکہ پاکستان پر مسلسل دباؤ ڈالتا رہا ہے کہ وہ اپنے علاقوں میں طالبان سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لئے مزید اقدام کرے۔ باجوڑ میں طالبان کے خلاف پاکستان کا فوجی آپریشن گزشتہ چھ ماہ سے جاری تھا۔ جنرل طارق خان نے امید ظاہر کی کہ علاقے میں فوج کا آپریشن اس سال کے اختتام تک ختم ہوجائے گا۔

عام انتخابات سے قبل ریاستوں کا سیاسی و انتخابی منظرنامہ

(۱) اترپردیش

لوک سبھا کی نشستیں: ۸۰ اسمبلی کی نشستیں: ۴۰۲

پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۷ء
بہوجن سماج پارٹی	۱۹	۲۰۶
سماجوادی پارٹی	۳۵	۹۷
بی جے پی	۱۰	۵۱
کانگریس	۹	۲۲
راشٹریہ لوک دل	۳	۱۰
دیگر	۴	۱۶

نوٹ: ملک کی سب سے بڑی ریاست ہونے کی وجہ سے مرکزی حکومت کی تشکیل میں اس کا اہم رول ہوتا ہے۔ نئی حد بندی سے ریاست کے تقریباً تمام پارلیمانی اور اسمبلی حلقے متاثر ہوتے ہیں۔ حسب سابق اس بار بھی بیشتر حلقوں میں سہ رخی ریاست میں حکمراں بہوجن سماج پارٹی، سماجوادی پارٹی اور بی جے پی کے درمیان ہوگا اور اگر سماجوادی پارٹی کے ساتھ کانگریس کا انتخابی اتحاد نہ ہوا تو چہار رخی مقابلہ بھی ہوسکتا ہے۔

(۲) بہار

لوک سبھا کی نشستیں: ۴۰ اسمبلی کی نشستیں: ۲۴۳

پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۵ء
جنتادل متحدہ	۶	۸۸
بی جے پی	۵	۵۵
راشٹریہ جنتادل	۲۲	۵۴
لوک جن شکتی پارٹی	۴	۱۱
کانگریس	۳	۹
دیگر	......	۲۶

نوٹ: نئی حد بندی سے دس پارلیمانی حلقے ختم ہوئے اور دس نئے بنے ہیں۔ محفوظ حلقوں کی تصویر بھی بدل گئی ہے۔ اصلاً مقابلہ ریاست میں حکمراں اتحاد این ڈی اے اور یو پی اے کے درمیان ہوگا۔ اگر یو پی اے کی جماعتیں متحد نہیں ہوتی ہیں تو ان کے درمیان ووٹ تقسیم ہوں گے اور فائدہ این ڈی اے کو پہنچے گا۔

(۳) جموں وکشمیر

لوک سبھا کی نشستیں: ۵ اسمبلی کی نشستیں: ۸۷

پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۵ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۸ء
نیشنل کانفرنس	۲	۲۸
کانگریس	۲	۱۷
پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی	۱	۲۱
آزاد و دیگر	۱	۱۰
بی جے پی	......	۱۱

نوٹ: دفعہ ۳۷۰ کے تحت خصوصی ریاست کا درجہ حاصل ہونیکی وجہ سے وہاں حد بندی نہیں ہوئی ہے۔

چودہویں لوک سبھا کے داغدار ممبران

سیاسی پارٹیاں	کل ممبران	جرائم کے معاملات	تناسب
جھارکھنڈ مکتی مورچہ	۵	۵	۱۰۰
شیوسینا	۱۲	۷	۵۸
این سی پی	۹	۵	۵۶
شرومنی اکالی دل (بادل)	۸	۴	۵۰
بھوجن سماج پارٹی	۱۹	۸	۴۲
جنتادل متحدہ	۸	۳	۲۹
راشٹریہ جنتادل	۲۴	۱۱	۳۸
فارورڈ بلاک	۳	۱	۳۳
جنتا دل سیکولر	۳	۱	۳۳
سماج وادی پارٹی	۳۶	۱۱	۳۱
سی پی آئی	۱۰	۳	۳۰
ڈی ایم کے	۱۶	۴	۲۵
لوک جن شکتی پارٹی	۴	۱	۲۵
ایم ڈی ایم کے	۴	۱	۲۵
بی جے پی	۱۳۸	۲۹	۲۱
کانگریس	۱۴۵	۲۶	۱۸
سی پی آئی (ایم)	۴۳	۷	۱۶
بیجو جنتادل	۱۱	۱	۹

برطانیہ کے مسلم اسکولوں کی کارکردگی

لندن۔ برطانیہ کے مسلم اسکولوں نے لگاتار تیسرے سال زبردست کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ برطانیہ میں منعقد ہونے والے ہائی اسکول کے قومی امتحان کے نتائج میں مسلم ہائی اسکولوں اور کالجوں نے تمام مذاہب کے مقابلے میں ریزلٹ میں دو فیصد بہتر تناسب حاصل کیا ہے۔ مسلم نیوز نام کی ایک ویب سائٹ کی ایک اطلاع کے مطابق مسلمانوں کے بہتر اسکولوں نے قومی نتائج میں اپنی موجودگی درج کروائی ہے۔ ان اسکولوں میں ۳۶ لڑکیوں کے، ۲۳ لڑکوں کے اور تیرہ مخلوط تعلیم والے اسکول شامل ہیں۔ جبکہ پچھلے سال ۶۵ اور سال ۲۰۰۶ء میں ۶۰ مسلم اسکولوں نے نمایاں مقام حاصل کیا تھا۔ ۶۸ فیصد مسلم بچوں نے جنرل سرٹیفکیٹ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے نتائج میں امتیازی مقام حاصل کیا۔ اس میں سب سے اہم اور حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ مسلم اسکولوں کے پاس وافر فنڈس نہ ہونے کے باوجود ان کی کارکردگی میں لگاتار اضافہ ہورہا ہے۔ لندن کے ایک مسلم اسکول لندن ایسٹ اکیڈمی کے ایک ترجمان نے مسلم نیوز کو بتایا کہ ان کے اسکول کے سو فیصد بچوں نے اس امتحان میں امتیاز حاصل کیا۔

دعائے مغفرت

● اچلپور۔ میرے ماموں جناب احمد خاں صاحب اچلپور مختصر علالت کے بعد ۱۷؍فروری کو انتقال فرماگئے۔ عمر ۵۲ سال تھی۔
(ڈاکٹر) محمد عبدالرشید۔ ناگپور

● ناگپور۔ میری پھوپھی محترمہ صغریٰ بی صاحبہ ۱۷؍فروری کو ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرماگئیں۔ عابدالزماں خاں

● بنگلور۔ رکن جماعت بنگلور ڈاکٹر مقبول احمد کے بھائی جناب ممتاز احمد کارکن جماعت کا انتقال ہوگیا۔ رفیق احمد
سکریٹری دعوت ٹرسٹ

● فرخ آباد۔ ماسٹر محمد مظہر خاں کے والد ڈاکٹر محمد رمضان خاں، کا ۷۳ سال کی عمر میں اور علی احمد خاں صاحب رکن جماعت کے ماموں محمد یعقوب خاں صاحب کا ۶۵ سال کی عمر میں ۱۳؍فروری کی انتقال ہوگیا۔
عبیدالرحمٰن، رکن جماعت فرخ آباد (یوپی)
مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

اقتصادی امراض کا بہترین علاج

''میں مسلمان ہوں، میرا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہے کہ اقتصادی امراض کا بہترین علاج قرآن حکیم نے تجویز کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سرمایہ داری کی قوت جب حد اعتدال سے تجاوز کرجائے تو دنیا کے لئے ایک قسم کی لعنت ہے۔ لیکن دنیا کو اس کے مضر نتائج سے نجات دلانے کا طریق یہ نہیں کہ معاشی نظام سے اس قوت کو خارج کردیا جائے۔ جیسا کہ بالشویک تجویز کرتے ہیں۔ روسی بالشویزم یورپ کی عاقبت نااندیش اور خودغرض سرمایہ داری کے خلاف ایک زبردست ردعمل ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی سرمایہ داری اور روسی بالشویزم دونوں افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں۔ اعتدال کی راہ وہی ہے جو قرآن حکیم نے ہم کو بتائی ہے۔ شریعت حقہ اسلامیہ کا مقصود یہ ہے کہ سرمایہ داری کی بنا پر ایک جماعت دوسری جماعت کو مغلوب نہ کرسکے اور اس مدعا کے حصول کے لئے میرے عقیدے کی رو سے وہی راہ آسان اور قابل عمل ہے جس کا انکشاف شارع علیہ السلام نے کیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے اقتصادی پہلو کا مطالعہ نہیں کیا، ورنہ ان کو معلوم ہوتا کہ اس خاص اعتبار سے اسلام کتنی بڑی نعمت ہے۔...... اس (اسلامی) مساوات کا حصول بغیر ایک ایسے معاشی نظام کے ممکن نہیں جس کا مقصود سرمایہ کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھ کر مذکورہ بالا مساوات کی تخلیق و تولید ہو۔ ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمان جو یورپ کی پولیٹیکل اکنامی پڑھ کر اکنامی خیالات سے فوراً متاثر ہوجاتے ہیں۔ ان کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآن حکیم کی اقتصادی تعلیم پر نظر غائر ڈالیں، مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی تمام مشکلات کا حل اس کتاب میں پائیں گے''۔ (اقبال اور احیائے دین/ خالد علوی)

وزیر تعلیم سے مسلم وفد کی ملاقات، مدرسہ بورڈ کی تجویز کی مخالفت

نئی دہلی— آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک وفد نے ۲۴؍فروری کو مسٹر ارجن سنگھ وزیر برائے فروغ انسانی وسائل سے ملاقات کی اور مرکزی مدرسہ بورڈ کے تعلق سے مسلمانانِ ہند کے شدید مخالفانہ احساسات سے واقف کرایا اور بتایا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور کئی علمائے کرام کی مخالفت کے باوجود مرکزی حکومت نے مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کی کوششیں جاری رکھی ہوئی ہیں۔ وفد نے جو محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ، پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ اور رکن بورڈ جناب محمد ادیب صاحب ایم پی پر مشتمل تھا، کہا دینی مدارس کے تعلیمی یا انتظامی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت اقلیتوں کو دیے گئے حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہوگی۔ دستور کی دفعات ۲۶،۲۵ اور ۳۰ کی رو سے مذہب پر عمل کرنے اور مذہبی امور کے تعلق سے ادارے قائم کرنے اور بلاکسی بیرونی مداخلت کے اداروں کو چلانے کا حق ملک کی تمام مذہبی اکائیوں کو حاصل ہے۔ اسی طرح دستور یہ حق بھی عطا کرتا ہے کہ اقلیتیں اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرسکتے اور چلا سکتے ہیں۔ مرکزی مدرسہ بورڈ کا قیام مسلم اقلیت کو ان حقوق سے محروم کرنے کے مترادف ہوگا۔

مرکزی وزیر مسٹر ارجن سنگھ نے وفد کو بتایا کہ مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کے سلسلے میں کوئی قانون سازی پارلیمنٹ کے اس اجلاس میں نہیں ہوگی۔ ایسی قانون سازی عام انتخابات کے بعد نئی پارلیمنٹ کرسکے گی، لیکن حکومت ایسا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے مسلمانوں کے اہم اداروں کو اعتماد میں لے گی۔

نسل پرستی مخالف کانفرنس سے امریکہ کا بائیکاٹ

اقوام متحدہ کے زیر انتظام اپریل میں نسل پرستی کے موضوع پر جو کانفرنس ہونے والی ہے، امریکہ نے کہا ہے کہ وہ اس میں شریک نہیں ہوگا۔ امریکہ کا کہنا ہے کہ اس کانفرنس کے لئے لکھے گئے ٹیکسٹ میں اسرائیل پر تنقید کی گئی ہے اور آزادیٔ اظہار کو روکا گیا ہے۔

وزارت خارجہ کے ایک اہلکار نے نام نہ بتانے کی شرط پر کہا ہے کہ اپریل میں ہونے والی کانفرنس کا مجوزہ مسودہ 'ناقابل بازیابی' ہے یعنی اس کو ٹھیک نہیں کیا جاسکتا۔

اب سے آٹھ برس پہلے جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں اسی طرح کی کانفرنس میں ایک قرارداد کا مسودہ تیار کیا جارہا تھا جس میں اسرائیلی صہیونیت کو نسل پرستی قرار دیا گیا تھا اور امریکہ اور اسرائیل کانفرنس سے واک آؤٹ کرگئے تھے۔ ۲۰۰۱ء کے مسودے میں اس بات پر شدید تشویش کا اظہار کیا گیا تھا کہ دنیا میں صہیونیت کی وجہ سے ہونے والے نسل پرستی کے واقعات اور یہودیوں کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا ہے۔

فروری کے اوائل میں ایک امریکی وفد بھیجوا گیا تھا تاکہ کانفرنس کے حتمی مسودے پر مذاکرات کے ذریعے رضامندی ظاہر کی جاسکے۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق نام نہ بتانے کی شرط پر امریکی وزارت خارجہ کے اہلکار نے انہیں بتایا ہے کہ مسودہ پہلے سے بھی برا ہوگیا ہے۔ امریکہ کے مطابق مجوزہ مسودے میں اسرائیل پر غیر ضروری تنقید کی گئی ہے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کے بھٹکل اجلاس کے فیصلے

بھٹکل۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کے انہترویں اجلاس میں شادیوں کے رجسٹریشن، مدرسہ بورڈ کی تجویز کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی اور بابری مسجد کی شہادت اور اس سے متعلق مقدمات میں سی بی آئی کے ٹال مٹول کے رویے کی مذمت کرتے ہوئے لبراہن کمیشن کی رپورٹ کے پیش کرنے میں غیر معمولی تاخیر پر تشویش کا اظہار کیا۔ بورڈ نے اجلاس میں کمیشن سے ملاقات کا فیصلہ کیا ہے۔ اس اجلاس میں مختلف عدالتوں کے ذریعے لئے گئے شریعت مخالف فیصلوں سمیت مختلف ایشوز پر غور و خوض کیا گیا اور متعدد تجاویز منظور کی گئی۔ اجلاس میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر پرسنل لا بورڈ، مولانا نظام الدین، مولانا ارشد مدنی، مولانا سید سلیمان ندوی، پروفیسر شکیل احمد صمدانی، مولانا محمود مدنی، مولانا عبدالوہاب خلجی، مولانا محمد سالم قاسمی، ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس اور دیگر شخصیات نے شرکت کی۔ اس موقع پر تحفظ شریعت اور اصلاح معاشرہ کے عنوان سے ایک جلسہ بھی منعقد ہوا جس میں اہم شخصیات نے اظہار خیال کیا۔

افغانستان میں اہداف کا حصول ممکن/ اوباما

واشنگٹن۔ امریکی صدر بارک حسین اوباما نے کہا ہے کہ افغانستان میں دہشت گردی کو جڑ سے ختم کرنے سے متعلق امریکی اہداف کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ عراق سے امریکی فوجیوں کی واپسی کے لئے ۲۰۱۰ء تک کی مدت مقرر کرنے کے اعلان کے بعد شمالی کیرولینا میں واقع کیمپ لجیون میں اوباما نے کہا کہ یہ افغانستان اور پاکستان پر دوبارہ توجہ مرکوز کرنے کا وقت ہے۔ اوباما نے گزشتہ ہفتہ افغانستان میں ۱۷۰۰۰ اضافی فوجی بھیجنے کا اعلان کیا تھا۔ پاکستان اور افغانستان کے لئے انھوں نے رچرڈ ہالبروک کو خصوصی ایلچی بھی مقرر کیا ہے۔ سی این این اور اے بی سی کے ساتھ انٹرویوز میں اوباما نے کہا کہ افغانستان میں امریکی ہدف ابھی تک خاطر خواہ واضح نہیں تھا۔ اس لئے انھوں نے افغان پالیسی کے جائزہ کے لئے احکام دیے ہیں۔

بارک حسین اوباما نے کہا کہ افغانستان میں کم از کم ہدف یہ یقینی بنانا ہے کہ وہ القاعدہ کی پناہ گاہ نہیں رہے، وہ نائن الیون کی طرح امریکی زمین یا امریکی مفادات کو نشانہ نہیں بنا سکے۔ اوباما نے کہا کہ افغانستان میں طویل عرصے تک رکنے میں امریکہ کا کوئی مفاد نہیں ہے۔

افغانستان، روس، طالبان اور امریکہ

ڈاکٹر مجاہد مرزا

سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد سرمایہ دارانہ نظام اور اس سے منسلک ممالک کی قلعی کھلنے کا عمل شروع ہوگیا۔ اپنے منسلک مفادات کو باندھے رکھنے کے لئے کئی جتن ہوئے، منفی بھی اور مثبت بھی۔ منفی افعال میں سربیا اور بوسنیا کی جنگ، چیچنیا کی جنگ اور ان سب سے بڑھ کر افغانستان کے خلاف اتحادی افواج کی کارروائی اور قبضے کی کوشش اور تمام عالمی اصولوں کو بالائے طاق بلکہ جوتے کی نوک پر رکھتے ہوئے عراق پر مکمل قبضہ شامل ہیں۔ مثبت اعمال میں یورپی اتحاد کی تشکیل اور منہدم شدہ سوویت یونین کے ٹکڑوں کو جوڑ کر آزاد برادری کے ممالک یعنی ''سی آئی ایس'' کا قیام اور ان سے بھی بڑھ کر شنگھائی تعاون تنظیم اور مشترکہ سلامتی کے معاہدوں کی تنظیم کا قیام ہے۔ روس اپنے جغرافیائی، سیاسی حوالوں سے اسی نظام معیشت سے وابستہ دیگر ممالک بالخصوص امریکہ کے مدمقابل کھڑے رہنے پر مجبور ہے کیونکہ امریکہ نہ جانے کیوں روس سے خائف یا الرجک ہے اور اس کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی کوششوں سے باز نہیں آتا۔ ناٹو کو اس کی سرحدوں کے نزدیک توسیع کرنے کے علاوہ ایک اور قضیہ مشرق اور جنوب سے اسلامی انتہا پسندوں کو ابھار کر دوسرے حصے یعنی مرکزی ایشیا سے اس کے لئے مسائل کھڑے کرنا بھی اس کی خفیہ پالیسی میں شامل ہے۔

عموماً تو یہی باور کیا جاتا ہے کہ امریکہ اپنے تخلیق کردہ اسلامی انتہا پرستی کے عفریت سے نمٹنا چاہتا ہے مگر یہ عفریت اگر کسی اور کی جڑیں کھوکھلی کردے تو وہ اسے استعمال کرنے سے یکسر گریزاں نہیں ہوگا۔ سوویت یونین کے ہاتھوں افغانستان کو لگنے والے زخم کو بھولنے کی بجائے ان زخموں کو کریدتا رہتا ہے اور یقیناً سوویت یونین کا جانشین روس بھی اس کا وہیں پہ دیا گھاؤ بھلانے کے قطعی حق میں نہیں ہے۔ اگرچہ ان دونوں ممالک کا کہنا یہی ہے کہ سب کچھ بھلایا جاچکا ہے۔ اگر باریک بینی سے غور کیا جائے تو افغانستان میں طالبان کے برسراقتدار آنے کے بعد روس نے اپنے ماضی کے دشمن، وادی پنج شیر کے شیر احمد شاہ مسعود کے ساتھ دوستی کرلی تھی۔ متحارب یا محض مخالف حکومتیں اور ان کی خفیہ ایجنسیاں بعض معاملات میں تو مل کر کام کرنے کو ترجیح دیتی ہیں اور بعض اوقات ان دونوں کا طریق کار اور کارروائی مختلف ہوتی ہیں۔ روسی حمیت پسند اور جی توڑ کر لڑنے والے لوگ ہیں۔ انہوں نے افغانستان سے پندرہ ہزار کے قریب لاشے اٹھائے تھے، مگر امریکی اور دیگر اتحادی سہل انگار اور ٹیکنالوجی پر تکیہ کر کے لڑنے والی اقوام ہیں، لیکن اس سارے عرصے میں ایک کام تو ہوا کہ افغانستان اور عراق میں امریکہ کا بے تحاشا سرمایہ صرف ہوا۔ امریکہ کے اندرونی قرض اور بیکار کی جنگوں کے اخراجات کے تناظر میں سرمایہ داری کو کاغذی رنگ اختیار کرنے کی کھلی چھوٹ دی گئی اور یوں سرمایہ داری کا بلبلہ موجودہ مالیاتی بحران کی شکل میں پھٹ پڑا۔ اس سے باقی ملکوں کے ساتھ ساتھ روس کے علاوہ چین تک شدید متاثر ہوئے لیکن وہ جیسے ایک محاورہ ہے کہ ''دشمن کی دیوار گرنی چاہئے، چاہے وہ خود مجھ پر کیوں نہ آگرے''۔

ایک طرف افغانستان میں طالبان کا اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھ رہا تو دوسری طرف افغانستان سے منشیات کی غیر قانونی تجارت کئی گنا بڑھ گئی ہے، تیسری طرف افغانستان سے منسلک پاکستان کے سرحدی علاقے شدت پسندوں کی لپیٹ میں آگئے جس سے پورا ملک متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چوتھا مظہر افغانستان سے کہیں دور وادی سوات میں اسلامی انتہا پسندوں کی شورش رہا۔ افغانستان میں ناٹو اور دیگر اتحادی ممالک کی افواج کے لئے اشیائے ضروریہ و اسلحہ کی ترسیل کا ایک راستہ تو پاکستان ہے اور دوسرا کرغزستان میں مناس کا ہوائی اڈا، جہاں سے جنگی مار کرنے والے طیارے، کمک کی ترسیل کی خاطر ٹرانسپورٹ طیارے اور ہوا میں طیاروں کو ایندھن فراہم کرنے والے ٹینکر طیارے بھی اڑتے ہیں جبکہ دوسرا قریب ترین امریکی جنگی ہوائی اڈا سعودی عرب میں ہے، جہاں سے افغانستان کی پرواز پانچ گھنٹوں کی ہے اور مناس سے محض دو گھنٹے کی۔

امریکہ میں انتظامیہ کی تبدیلی آتے ہی موقع تھا کہ روس کھل کر بات کرے کیونکہ ایک تو افغانستان سے منشیات کی تمام تر تجارت تاجکستان اور ازبکستان کی سرحدوں سے ہوکر روس اور پھر باقی یورپ میں نفوذ کرتی ہے، دوسرا اگر افغانستان میں شدت پسندی نہ دب سکی اور حاوی ہوگئی تو روس کے قریب ترین ہمسائے یعنی تاجکستان، ازبکستان، کرغزستان حتیٰ کہ قازقستان اور چین بھی اس کی زد میں آسکتے ہیں۔ تاجکستان میں ۱۹۹۰ء کی دہائی کے اواخر کی خانہ جنگی جس میں اسلام پسندوں کی رہنمائی سید عبداللہ نوری نے کی تھی، پھر مقتدر پارٹی کے صدر امام علی رحمانوف اور مذکورہ بالا شخصیات کا سمجھوتہ بھی روس کو ماسکو میں ہی کرانا پڑا تھا۔ ازبکستان میں حزب التحریر کی سرگرمیاں اور اندری جان و کرغزستان میں مذہبی انتہا پسندوں کی شورشیں اور ان کا دبایا جانا بھی نہیں بھلایا جاسکتا۔ پاکستان میں طورخم کے راستے مال فراہم کرنے والے ٹرکوں کو کئی بار طالبان نے بھسم کرڈالا یا لوٹ لیا اور بالآخر ایک پل بھی اڑا دیا گیا جس سے فراہمی میں شدید تعطل اور رکاوٹیں پیش آنے لگیں۔ ادھر مناس کے ہوائی اڈے پر متعین امریکی فوجیوں نے اپنی ہلڑبازی اور فضا سے طیاروں کا ایندھن گرا کر ماحول کو خراب کرنے اور اس کے اثرات کو دور کرنے کے لئے یہ کہہ کر معاوضہ دینے سے انکار کے باعث کہ ایسا معاہدے میں درج نہیں ہے، وہاں کی حکومت کو مجبور کردیا کہ وہ اس اڈے کو بند کرنے کا آخری فیصلہ کرہی ڈالے۔ ساتھ ہی مشترکہ معاہدوں کی تنظیم نے ایک مشترکہ سریع العمل فوج استوار کرنے کی بنا ڈالی۔ کمک اور سامان کی فراہمی میں حائل شدید رکاوٹوں کے باعث امریکہ اور اتحادیوں کو ایک بار پھر روس سے رجوع کرنا پڑا۔ اس سے پہلے شمالی اتحاد کی بلامشروط مدد کے لئے روس کا سہارا لیا گیا تھا کہ وہ اس سامان کو روس اور پھر تاجکستان کے راستے افغانستان تک پہنچانے میں معاون ہو۔ اب تک فرانس، اسپین اور اٹلی کے دستوں کے لئے غیر عسکری سامان یعنی ریل کے ذریعے افغانستان کی سرحدوں تک پہنچایا جاتا رہا۔ پہلے روس نے امریکہ اور دیگر ممالک کے غیر عسکری سامان کو افغانستان کی سرحد تک پہنچانے کی حامی بھری اور اب اپنی نگرانی میں عسکری سامان پہنچانے کے لئے بھی رضامندی ظاہر کردی ہے۔ مزید برآں روس نے افغانستان کا انفراسٹرکچر بحال کرنے کا عندیہ بھی دیا ہے، بلکہ افغان حکومت کو اسلحہ فروخت کرنے کے بارے میں بھی نرم رویہ اختیار کیا ہے۔ ویسے ابھی تک بات واضح نہیں ہوئی کہ اسلحہ کرزئی حکومت کو فروخت کیا جائے گا یا شمالی اتحاد کے ارباب اقتدار کو۔ انفراسٹرکچر کی بحالی کے دوران روسی کارندوں کو تحفظ بھی درکار ہوگا جس کے لئے سنا ہے کہ ایک ایک سو فوجیوں کے دستے دو ٹولیوں میں روس سے افغانستان پہنچ چکے ہیں۔

پاکستان کے ایک خطے میں نفاذ شریعت یا نظام عدل کی خاطر طالبان سے مذاکرات و معاہدہ اور اس کے فوراً بعد امریکی وزیر دفاع کا یہ کہنا کہ افغانستان کے طالبان کے ساتھ بھی مذاکرات ہوسکتے ہیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طالبان کے عفریت کو ایک بار پھر تھپکی دے کر سلائے جانے کی ضرورت ہے تاکہ روس اپنا کھیل کھیل لے، وقت آنے پر اس عفریت کو پھر سے چوکس کیا جاسکتا ہے تاکہ روس کے ہمسایوں میں دیا سلائی دکھائی جاسکے، لیکن روس نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلی ہوئیں۔ ●●

صومالیہ کے نئے صدر شیخ شریف

عبدالقادر عثمانی، ترجمہ: مسعود الرحمن خان ندوی

◎

عالمی مفسدوں کی نمائندہ حبشی فسادی افواج ڈیڑھ دو برس صومالیہ میں دہشت گردی کی مہم انجام دے کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوئیں ان کے ساتھ ان کے پسندیدہ صدر عبداللہ یوسف بھی سدھارے اور حسب توقع نئے سال کے آغاز میں اسلام پسندوں کی حکومت صوفی اور اخوانی رجحان کے حامل اور محاکم اسلامیہ کے مؤسس شیخ شریف بن شیخ احمد نئے صدر متعین ہوئے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کو اس پارلیمنٹ نے صدر منتخب کیا جس میں اکثریت اسلامی محاکم کے خلاف تھی۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ خود اسلام کے نام لیوا متحد نہیں ہیں، شیخ عبدالقادر علی عمر کی قیادت میں المحاکم الاسلامیہ فی الداخل (اندرونی) شیخ عثمان احمد ابراہیم کی قیادت میں حرکۃ الاصلاح (سابق الاخوان المسلمون)، حرکۃ التجمع الاسلامی (سابق الاخوان المسلمون) جس سے خود نئے صدر کا تعلق ہے، صوفی جماعت أهل السنة والجماعة کے علاوہ مجتمع مدنی (شہری سوسائٹی) اور قبائل کی بعض قیادتیں نئے صدر کی حامی اور موید ہیں جب کہ المحاکم الاسلامیہ فی الخارج (بیرونی) (سمرہ بازو)، حرکۃ شباب المجاهدین، اور سلطنة مدينة كسهايو (جنوبی صومالیہ) نے اپوزیشن محاذ بنانے کے ارادہ کا اعلان کیا ہے، نیز الجبهة الاسلامی (اسلامی محاذ) بقیادت حسن جلی کا موقف واضح نہیں ہے مگر وہ جیبوتی معاہدہ کے خلاف ہیں جس کی وجہ سے حبشی افواج واپس گئیں، ان کے محبوب صدر عبداللہ یوسف نے گدی چھوڑی، عالمی برادری کی تائید حاصل ہوئی، بعض عرب ممالک سے ربط قائم ہوا اور شیخ شریف اس پارلیمنٹ سے صدر منتخب ہوئے جس کی اکثریت محاکم اسلامیہ کے خلاف تھی۔

یہ شیخ شریف کون ہیں؟ ان کے سوانحی حالات یہاں درج کئے جاتے ہیں:

شیخ شریف کے صومالیہ کے صدر منتخب ہونے سے بہت سے لوگوں کی امیدیں جاگ اٹھیں کہ شاید ان کے ہاتھوں صومالیہ مصالحت کا خواب پورا ہوا اور اٹھارہ برس پرانی خانہ جنگی کا خاتمہ ہوا، اس لئے کہ شیخ شریف صومالیہ کی ان نمایاں شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے صومالیہ کی سیاسی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں، اور محاکم اسلامیہ کی قیادت کی قصیر مدت میں انہوں نے تقریباً پندرہ جنگی امراء (War Lords) کو کنارے لگایا اور جنوبی صومالیہ کی مسلح ملیشیاؤں سے ہتھیار رکھوائے۔

شیخ شریف کے انتخابات سے قبل ارکان پارلیمنٹ میں تقسیم شدہ ان کے ذاتی کوائف (Bio Data) بعنوان: محطات من حياة الشيخ شريف کے مطابق ان کی زندگی مختلف مراحل سے گزری ہے۔ ۱۹۶۶ میں ان کی ولادت ضلع شبیلی وسطی کے مہدائی علاقہ (راجدھانی مقدیشو سے ۱۲۰ کلو میٹر دور) میں ہوئی، نو برس کی عمر میں انہوں نے قرآن کریم حفظ کرلیا، شہر جوہر (مقدیشو سے ۹۰ کلومیٹر دور) میں ابتدائی تعلیم مکمل کی، پھر مقدیشو راجدھانی کے مدرسہ شیخ صوفی الازہریہ میں داخل ہوئے، وہاں سے ۱۹۸۸ء میں ثانوی تعلیم (Secondary) سے فارغ ہوئے، مگر 1991ء میں صدر سیادبری کی حکومت کے زوال کے بعد شروع ہونے والی خانہ جنگی کی وجہ سے وہ صومالیہ میں یونیورسٹی تعلیم مکمل نہیں کرسکے، بلکہ سوڈان جاکر کردخان یونیورسٹی خرطوم کے کلية التربية (Taraining College) میں داخلہ لیا، پھر لیبیا جاکر وہاں کی الجامعة المفتوحة کے كلية القانون (Law College) سے فراغت حاصل کی۔

۲۰۰۰ء میں صومالیہ واپسی پر پہلے تجارت میں قسمت آزمائی کی، وہاں کامیابی نہ ملی تو معاشرتی وثقافتی وتعلیمی سرگرمیوں میں لگ گئے اور اس بر س هيئة الشروق للثقافة اور رابطة الشباب الصومال کی بنیاد رکھی۔ نیز تعلیم وتربیت کی طرف متوجہ ہوئے تو مدرسہ جوبا الثانویۃ میں (۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۴ء) استاد رہے اور مؤتمر الخريجين الصوماليين (انجمن صومالی فارغین یونیورسٹی) کی بنیاد ڈالی اور (۲۰۰۳ء تا ۲۰۰۵ء) اس کے صدر رہے۔ صومالیہ میں امن وامان کی صورت مزید بگڑی تو انہوں نے سیاست کے میدان میں داخلہ کا فیصلہ کیا اور جنگی سرداروں کی پیدا کردہ بدامنی وانتشار ختم کرنے کے لئے اوّلین اسلامی محکمہ قائم کیا، اس کے بارے میں ان کی انجمن برائے یونیورسٹی فارغین کے ایک قائد عبدالحکیم فری نے کہا ہے: ''میں نے شیخ شریف کے ساتھ اس وقت کام کیا جب وہ یونیورسٹی فارغین کی انجمن کے صدر تھے، مجھے یاد ہے کہ ۲۰۰۴ء کے موسم گرما میں سی سی علاقہ میں امن وامان کا مسئلہ پوری راجدھانی مقدیشوں کی نیند اچرن کئے ہوئے تھا۔ اس وقت یہ علاقہ جرائم کا گڑھ تھا وہ موٹر کاروں کی چھین جھپٹ اور بچوں وتاجروں کا اغوا اور پھر رہائی کے لئے تاوان کا مطالبہ عام بات تھی۔'' اسی بدامنی نے شیخ شریف کو آمادہ کیا کہ وہ علاقہ کے قبائل وعشائر کے نمایاں سرداروں کی مدد سے اسلامی محکمہ کی بنیاد ڈالیں تاکہ لوٹ کھسوٹ اور معصوموں کے اغوا پر پابندی لگے۔'' اور سی سی علاقہ میں اسلامی محکمہ کے قیام میں کوئی زیادہ وقت بھی نہیں آئی۔ اس لئے کہ اس علاقہ میں اس کی بڑی ضرورت تھی۔ چنانچہ پوری راجدھانی نے شیخ کی مساعی میں مدد دی، اور وہ جلد ہی ایک ایسا محکمہ قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔'' شاید یہی ابتدائی قدم تھا جس نے ان کو صدارت کی کرسی تک پہنچایا۔ چنانچہ اس محکمہ کے بعد صومالیہ کے مختلف گوشوں میں جنگی امراء کے مقابلہ کے لئے دیگر محکمے قائم ہوئے، پھر ان کو شیخ شریف کی قیادت میں متحد کیا گیا، جلد ہی ان محکموں کے ساتھ دیگر مسلح گروہ جڑ گئے جنہوں نے جنگی سرداروں سے لڑ کر ۲۰۰۶ء میں صومالیہ کی بیشتر اراضی پر قبضہ کرلیا اور اس طرح اللہ نے شیخ کو کرسی صدارت پر بیٹھنے کا موقع عطا کیا۔ عبدالحکیم فری کہتے ہیں: ''میرا خیال ہے کہ شیخ شریف کے وہم وگمان بھی نہ آیا ہوگا کہ ان کی یہ کوشش صومالیہ کے سب سے بڑے عہدہ یعنی صدارت مملکت پر متمکن کرے گی ان کی تو یہ نیت تھی کہ خطہ میں امن وامان قائم ہونے کے بعد فارغین یونیورسٹی کی موتمر کی دوبارہ سربراہی کریں گے، بہرحال انہوں نے وہ کچھ کیا جو ان کی تقدیر میں لکھا تھا۔ وہ حوصلہ مند تھے صومالیہ کی حالت کو بدلنا چاہتے تھے، یونیورسٹی فارغین کی انجمن کی قیادت کے زمانہ میں بہادر سرگرم اور بااثر تھے، صومالی زبان میں ان کی تقریریں بہت موثر ہوتی تھیں، شاید ان ہی صفات نے ۲۰۰۵ء میں محاکم اسلامیہ کو ان کے اتحاد کا صدر منتخب کرنے کے لئے بھی ابھارا ہو۔''

صومالی تجزیہ نگار ان کی کامیابی کا راز تین عناصر میں مانتے ہیں (۱) صوفی تربیت جس نے ان میں تواضع وانکسار پیدا کیا (۲) صومالیہ کی ایک اخوانی جماعت سے تعلق جس نے ان کو تنظیم وقیادت کی صلاحیت عطا کی (۳) محاکم اسلامیہ سے ربط جس سے ان کو صومالیہ کے مسائل حل کرنے کی طاقت اور کرسی صدارت ملی، چنانچہ ان کے قریبی حلقوں نے بتایا کہ ''ان کا تعلق طریقہ احمدیہ کے متبع ایک صوفی خاندان سے ہے جس کو احمد فاسی مغربی نے قائم کیا تھا، اوران کے دادا اس طریقہ کے بڑے بڑے بزرگوں میں تھے جن کا مزار وسطی شبیلی ضلع میں ہے پھر گزشتہ صدی کی آٹھویں دہائی کے آخر میں وہ حرکۃ المجتمع الاسلامی (سابق اخوان المسلمون) سے جڑے جس کو ایک ازہری عالم شیخ محمد معلم نے قائم کیا تھا اور جو صومالیہ میں اسلامی بیداری کی روحانی باپ سمجھی جاتی ہے، اس مقامی جماعت کی مرجعیۃ اخوانی میراث ہے۔'' اس جماعت نے مرکزی حکومت کے زوال سے صومالیہ کے استقرار واستحکام کے لئے مسلسل کوششیں کیں، ''اس نے اس کام کے لئے محاکم اسلامیہ قائم کئے، اس وجہ سے اس کے ارکان (الحاکم اسلامیہ ہوں یا اتحاد برائے آزادئ صومالیہ) قیادت کے اعلیٰ مراتب تک پہنچے۔''

''صومالی صحیفہ الایام کے مدیر اعلیٰ عبداللہ بلاک کے مطابق شیخ کے متعدد کارناموں میں سب سے اہم راجدھانی اور جنوبی ضلعوں میں امن وامان اور استحکام واستقرار کے قیام میں کامیابی ہے جس کی پوری خانہ جنگی کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ہے۔'' حبشی قابض افواج کے ذریعہ ۲۰۰۶ء میں محاکم اسلامیہ کی حکومت کے خاتمہ سے بھی شیخ شریف کے ہمت وحوصلہ میں کمی نہیں آئی۔ انہوں نے بیرون ملک پناہ لے کر اتحاد برائے آزادئ صومالیہ کی جون ۲۰۰۷ء میں بنیاد رکھی، اسلام پسند عناصر صومالی پارلیمنٹ سے الگ ہوئے ارکان، شہری قائدین اور صومالی مہاجرین کو اس اتحاد میں شامل کیا جس سے اس کو قابل لحاظ طاقت ملی، مگر بیرونی آقاؤں کے ذریعہ قائم صومالی حکومت سے مذاکرات اور جیبوتی میں اس کے ساتھ معاہدہ امن سے اتحاد کی صفوں میں انتشار ہوا پھر بھی شیخ معاہدہ پر قائم رہے، ان کو اس کے ذریعہ متعدد کامیابیاں ملیں جیسے حبشی افواج کی صومالیہ سے واپسی، اس کے متعین کردہ صدر عبداللہ یوسف کا زوال، عالمی برادری کی تائید بعض عرب ممالک کی طرف سے اتحاد کا ربط وارتباط، اور آخر میں صدارت کے انتخاب میں خود شیخ شریف کی کامیابی ایک ایسی پارلیمنٹ کے ذریعہ جس کی اکثریت محاکم اسلامیہ کی دشمن تھی، اس طرح شیخ اولین معتدل اسلامی صومالی صدر کی حیثیت سے کرسئ صدارت پر فائز ہوئے۔

(ہفتہ وار الامان، بیروت)

امریکی سیاست میں خواتین

نیر زیدی (واشنگٹن)

امریکہ کی قومی سیاست میں خواتین کا کردار زیادہ موثر ہوتا جارہا ہے۔ ۲۰۰۸ء میں ہلیری کلنٹن صدر بنتے بنتے رہ گئیں۔ اگر وہ ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی ٹکٹ پر آجاتیں تو ان کا صدر بننا تقریباً یقینی ہوتا۔ ان کی شکست کے باوجود سیاسی عزائم رکھنے والی خواتین کے حوصلے بلند ہوئے ہیں۔ وہائٹ ہاؤس فتح کرنا یقیناً مشکل ہے لیکن ناممکنات میں سے نہیں۔

ریاست نیویارک سے سینیٹر ہلیری کلنٹن کی خالی سیٹ پر عبوری نامزدگی میری رائے میں صرف سینیٹ کی سیٹ سے زیادہ اہم تھی۔ یہاں سے ۲۰۱۶ء اور ممکن ہے کہ ۲۰۱۲ء میں ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی ٹکٹ کے مضبوط امیدوار سامنے آئیں گے، قارئین ان شخصیات پر ابھی سے نظر رکھیں۔ بارک اوباما ایک مدت کے صدر ہوسکتے ہیں، اگر وہ ۲۰۱۱ء تک معیشت بحال نہ کرسکے، دوسری طرف انہوں نے بے شمار گروپوں سے بے شمار وعدے کئے ہیں جن کا پورا کرنا معجزہ ہوگا۔ ایک چھوٹی سی مثال سامنے آئی ہے۔ انہوں نے انتخابی تقاریر میں وعدہ کیا تھا غیر ہنگامی قانونی بل صدر کے دستخط سے پہلے وہائٹ ہاؤس کی ویب سائٹ پر پوسٹ کئے جائیں گے تاکہ عوام ان کے بارے میں رائے دے سکیں۔ خواتین کے لئے مساوی تنخواہ کا قانون منظور ہوا اور صدر نے دستخط کردیئے، لیکن عوامی رائے نہیں مانگی گئی۔ یہ ان کی صدارت کے پہلے ۱۰ روز کا واقعہ ہے۔ اسے کنفیوژن کا نتیجہ کہا جاسکتا ہے نہ کہ وعدہ خلافی لیکن حقیقت یہ بھی ہے کہ اس وعدے کا پورا کرنا انتہائی آسان تھا۔

ریاست نیویارک کی سیٹ سے سابق صدر جان ایف کینیڈی کی صاحبزادی کیرولین کینیڈی نے اپنی امیدواری کا اعلان کیا تھا۔ کئی اطراف سے ان کی مخالفت بھی ہوئی تھی۔ ان کا تجربہ نہیں ہے۔ ان کے نام اور خاندان سے سب ہی واقف ہیں، لیکن ان کی ذات سے کوئی واقف نہیں ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ہجوم سے الگ تھلگ رہی ہیں۔ نیویارک کے گورنر ڈیوڈ اے پیٹرسن کو نیا سینیٹر نامزد کرنا تھا، یہ ان کے لئے بڑا مسئلہ بن گیا تھا۔

۲۱ رجنوری کی شام کو کیرولین کینیڈی نے ان کی مشکل حل کردی۔ انہوں نے گورنر کے دفتر کو مطلع کیا کہ وہ سینیٹ کی سیٹ کی امیدوار نہیں ہیں۔ اس کی وجہ ان کے چچا سینیٹر ایڈورڈ کینیڈی کی بگڑتی ہوئی صحت ہے۔ گزشتہ برس پتہ چلا تھا کہ انہیں سرطان کا عارضہ لاحق ہے۔ ان کی سرجری ہوئی تھی، اب وہ بظاہر بہتر لگتے ہیں لیکن ۲۰ جنوری کو صدارتی حلف برداری کی تقریب میں شرکت کے بعد انہیں اسپتال میں داخل کرادیا گیا تھا۔ مس کینیڈی نے کہا کہ چچا کی دیکھ بھال اس وقت ان کی اولین ترجیح ہے۔

امریکہ میں اگر سینیٹ یا ہاؤس کی کوئی سیٹ خالی ہوجائے تو اس ریاست کا گورنر ایک عبوری عرصے کے لئے کسی کو نامزد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ہلیری کلنٹن کی سیٹ جنوری ۲۰۰۹ء میں خالی ہوئی۔ سینیٹ کا اگلا انتخاب ۲۰۱۰ء میں ہوگا۔ چنانچہ نامزد شدہ سینیٹر کو ۲۰۱۰ء میں ریگولر الیکشن لڑنا پڑے گا۔ نامزدگی کا فائدہ یہ ہے کہ پارٹی نامزدگی کے مقابلے کے بغیر آپ سینیٹر بن جاتے ہیں اور اگلے دو برس میں اپنی سیاسی پوزیشن مضبوط کرسکتے ہیں۔ چنانچہ ۲۰۱۰ء میں پارٹی کی نامزدگی آسان ہوجاتی۔ یہ نامزدگی پارٹی وفاداروں کے لئے ایک انعام ہوتی ہے۔ کیرولین کینیڈی کا ایک کمزور پہلو یہ تھا کہ وہ اپنی بلوغت کے بعد کے ۳۰ برس چھوئی موئی بنی رہیں، انہیں ان کی Privacy بہت عزیز تھی۔

گورنر پیٹرسن نے ریاست نیویارک سے ایوان نمائندگان کی رکن کرسٹن ای گلیبر انڈ کو اس سیٹ کے لئے نامزد کیا ہے۔ وہ ڈیموکریٹ پارٹی کی سیاست میں گزشتہ چند برسوں سے سرگرم ہیں۔ ۴۲ سالہ وکیل خاتون نے ۲۰۰۶ء میں ایوان کی سیٹ کے الیکشن میں ایک روایتی طور پر ریپبلکن انتخابی حلقے میں اس وقت کے کانگریس مین کو شکست دی اور ۲۰۰۸ء میں دوبارہ اس سیٹ سے انتخاب جیتا۔ وہ میانہ رو اور عوام میں گھلنے ملنے والی شخصیت کی مالک ہیں، مڈل کلاس بھی ہیں۔

سیاست میں ووٹ حاصل کرنے کی صلاحیت تو اہم ہوتی ہی ہے لیکن اس سے پہلے انتخابی چندے جمع کرنے کی صلاحیت اہم ہے۔ اپنی ۲۰۰۸ء کی مہم میں انہوں نے ۴۶ لاکھ ڈالر چندہ جمع کیا، وہ عوامی اسٹائل پر یقین رکھتی ہیں یعنی شاپنگ مال اور دیہات کے میلوں میں شرکت، جہاں عوام سے گھلنے ملنے کا موقع ملتا ہے۔

خالی ہونے والی سیٹ پر نامزدگی میں سیٹ خالی کرنے والے کا مشورہ بھی شامل ہوتا ہے، تاہم ہلیری کلنٹن اس سلسلے میں خاموش تھیں۔ کیرولین کینیڈی اور ان کے چچا بلکہ پورے کینیڈی خاندان نے شروع ہی میں بارک اوباما کی واضح حمایت کا اعلان کردیا تھا۔ اگر ہلیری کلنٹن کیرولین کے کسی مخالف کی حمایت کرتیں تو کہا جاتا کہ وہ سیاسی مخاصمت کا مظاہرہ کررہی ہیں۔

نئی نامزد سینیٹر نے ۲۰۰۶ء میں ہلیری کلنٹن کی سینیٹ کی انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ ان کا تعلق ریاست نیویارک

باقی صفحہ ۵ پر

غصّہ اور برداشت

ڈاکٹر مرضیہ عارف (بھوپال)

غصہ ایک ایسا عام اور ناخوشگوار تجربہ ہے جس سے انسان اور جانور سبھی گزرتے ہیں۔ غصہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو ناانصافی، ظلم اور تکلیف کے ردعمل میں انسان پر بننے والی کیفیت کو بیان کرتی ہے۔ اس میں آدمی کی داخلی دنیا یعنی دل ودماغ اور اعضاء ایک طرح کے تشنج میں مبتلا ہوجاتے ہیں، بیرونی طور پر اس کے اثرات غصہ کرنے والے انسان کے چہرے، بشرے اور رویہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً آدمی زور زور سے چیخنے چلانے لگتا ہے۔ جب غصہ مزید بڑھتا ہے تو انسان اکثر حملہ آور ہوجاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی کچھ نفسیاتی تبدیلیاں بھی اس میں رونما ہوجاتی ہیں۔ بعض اوقات غصہ کے باعث اس کا بدن کانپنے لگتا ہے۔ جسم سے پسینہ پھوٹتا ہے۔ چہرہ سرخ ہوجاتا ہے۔ دل دھڑکنے کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔

اسی طرح حالت غصہ اور تذبذب اور تناؤ میں رہنے والوں کو اکثر مختلف امراض لاحق ہوجاتے ہیں جن میں سرفہرست عارضۂ قلب ہے جو اس زمانے میں ایک خطرناک مرض شمار ہوتا ہے۔ غالباً غصے کے ان ہی پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر گاندھی جی نے اسے وقتی پاگل پن سے تعبیر کیا ہے اور دوسرے دانشوروں نے بھی اسے عقل کو خبط کردینے والا عمل قرار دیا ہے۔

غصے کے ان ناخوشگوار پہلوؤں کے ذکر کے بعد آیئے اس کے بعض افادی پہلوؤں کا بھی جائزہ لیں، مناسب حد تک غصہ کا وجود بہتر کارکردگی کے لئے ضروری ہے بلکہ بعض اوقات غصے نے نسل انسانی کی بقا میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ کئی مواقع پر محض غصے کے ردعمل میں انسان بڑے سے بڑا کام انجام دے لیتا ہے۔ تاریخ میں ہمیں ایسی متعدد مثالیں مل جائیں گی جن میں صرف ظلم اور ناانصافی کے خلاف رونما ہونے والے جذبے کو جسے ہم ردعمل سے تعبیر کرسکتے ہیں، بڑے بڑے معرکے انجام پاچکے ہیں۔

یہاں دنیا کے مغلوب الغضب حکمراں اسٹالن کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے۔ ایک بار اسٹالن نے سوویت یونین کا نقشہ اٹھا کر اس پر ماسکو سے لینن گراڈ تک ایک سیدھی لکیر کھینچ دی اور انجینئروں سے کہا کہ روس کے دونوں شہروں کو اس لکیر کی مانند ریلوے لائن بنا کر جوڑ دیا جائے۔ اسٹالن کے مزاج اور غصے کو دیکھتے ہوئے انجینئر اس بظاہر ناممکن کام میں جٹ گئے اور اس طرح دنیا کی سب سے سیدھی ریلوے لائن وجود میں آگئی۔ جبکہ سیکڑوں کلومیٹر کے فاصلے تک ایک ایسی ریلوے لائن بچھا دینا بظاہر ناممکن نظر آرہا تھا۔

اسی طرح اکثر اوقات ماں باپ کا غصہ بچوں کی تربیت کے لئے، خاوند کی خفگی عورت کی مستعدی کے لئے، خود عورت کی ناراضگی اپنے خاوند کے ذمہ دار کردار کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے۔

یہ تو ہوئے غصے کے تعمیری اور تخریبی دو پہلو لیکن غصے کے منفی پہلو کا تریاق جس کو کہا جاسکتا ہے وہ صبر وضبط ہے۔ کیسا ہی غصہ انسان کو گھیر لے اگر وہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے تو یقیناً وہ بردبار، سنجیدہ اور متین کہلائے گا۔ جو جتنا بڑا انسان ہوتا ہے عموماً اسی سطح کے صبر وضبط کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ غصے کا آغاز حماقت سے شروع ہوکر ندامت پر ختم ہوتا ہے جبکہ صبر وضبط کے مظاہرے سے انسان بڑی بڑی مصیبتوں کو ٹال دیا کرتا ہے۔ برسوں پرانا ایک واقعہ ہے کہ دو حقیقی بھائیوں میں باپ کی میراث میں ملنے والی اراضی کی تقسیم پر جھگڑا ہوگیا، جس کے نتیجے میں مشتعل ہوکر چھوٹے بھائی نے اپنے بیٹے کی مدد سے بھتیجے کو مار ڈالا، قتل کے الزام میں دونوں باپ بیٹے پکڑے گئے جن کو بعد میں عمر قید کی سزا مل گئی۔ پورا گھر برباد ہوگیا۔ جس زمین کے لئے یہ جھگڑا ہوا تھا بعد میں وہ بھی ورثاء نے بڑے بھائی کو فروخت کردی۔ اس کے برعکس بڑے بھائی نے کیونکہ صبر وضبط کا مظاہرہ کیا۔ اس لئے اس نے اور اس کی اولاد نے دیکھتے ہی دیکھتے ترقی کرلی۔

اس ایک واقعہ سے جہاں غصے کی بدبختی اور تباہی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے وہیں صبر وضبط کی خوبی اور اس کے تعمیری رخ کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی لئے تحمل کو ایک ایسی اخلاقی صفت قرار دیا گیا ہے جو کسی بھی شخصیت کا حسن ہوا کرتی ہے، حلیم الطبع شخص نہ صرف دوسروں کو برداشت کرلیتا ہے بلکہ اپنی اسی خوبی کا مظاہرہ کرکے سیکڑوں مصیبتوں، ناخوشگوار باتوں اور برائیوں سے محفوظ رہتا ہے، لیکن تحمل کسی مجبوری یا کمزوری کا نام نہیں، نہ صبر میں بے چارگی کو دخل ہے، یہ تو وہ صفت ہے جس سے انتقام کی قدرت کے باوجود کسی ناگواری اور اشتعال سے بچا جاسکتا ہے۔ تمام مذاہب نے غیر معمولی حالات میں صبر وبرداشت کی تعلیم دی ہے، خاص طور پر اسلام نے انتقام کی قدرت کے باوجود عفو ودرگزر سے کام لینے کو بہادری قرار دیا ہے۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ صبر زندگی کے مقصد کا دروازہ کھولتا ہے کیونکہ سوائے صبر کے اس دروازے کی اور کوئی چابی نہیں ہے، جبکہ والمیکی کا کہنا ہے کہ رنج وغم میں، مالی پریشانی کے وقت یا جان کا خطرہ پیدا ہوجانے پر جو لوگ صبر وتحمل سے کام لیتے ہیں، اس کا مقابلہ کرتے ہیں ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ ●●

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in , dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2000 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post

ہیمنت کرکرے کا اصلی کارنامہ

ڈاکٹر منظور عالم
جنرل سکریٹری آل انڈیا ملی کونسل

ممبئی پر ہوئے دہشت گردانہ حملوں کے دوران مار دیئے گئے ہیمنت کرکرے کی قربانی کو محض ممبئی حملوں کے تناظر میں محدود کردیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ ہیمنت کرکرے کی شان صرف اس وجہ سے بڑی نہیں ہے کہ وہ دہشت گردانہ حملوں کے دوران اپنے منصبی فرائض ادا کرتے ہوئے نامعلوم دہشت گردوں کے ہاتھوں قتل کردیئے گئے۔ بلکہ ان کی اہمیت اس واقعے سے بھی کہیں زیادہ اس لئے ہے کہ انھوں نے ملک میں دہشت گردی کے اصل سوتوں کا پتہ لگایا۔

انھوں نے ملک وقوم کے سامنے دہشت گردی کے ایک ایسے چہرے کو بے نقاب کیا جسے پہچاننا مشکل تھا اور جسے بے نقاب کرنا بہت ہمت کا کام تھا۔ جس کے دہشت گردانہ کردار کو تسلیم کرنا ملک کے بھولے بھالے عوام کے لئے بہت مشکل تھا۔ خفیہ دہشت گردی کے اس نیٹ ورک پر ہاتھ ڈالنا ان کے لئے اپنے پورے کیریئر کو داؤں پر لگانا تھا۔ کیوں کہ ان دہشت گردوں کو بچانے کے لئے سیاسی پارٹیاں اور حکومت کی مشینری میں موجود کچھ لوگ پوری کوشش کررہے تھے۔ لیکن سچائی میں یقین رکھنے والے اور اصول پسند کرکرے نے ہر طرح کے دباؤ کو نظر انداز کرکے اور خطروں سے بے نیاز ہوکر سچ کو سامنے لانے اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرنے کا کام کیا۔

ہیمنت کرکرے کے ذریعے کئے گئے انکشافات ملک پر بہت بڑا احسان ہیں۔ قوم پرستی کا مکھوٹا لگا کر قوم کو تقسیم کرنے کی پالیسی پر کاربند متعصب اور فرقہ پرست عناصر لوگوں کے مذہبی جذبات کا استحصال کرکے، انہیں دوسرے فرقوں کے تئیں شک وشبہ اور نفرت میں مبتلا کرکے اپنے لئے ایک طبقے میں جگہ بنائے ہوئے ہیں۔ یہ فرقہ وارانہ فسادات کرانے اور کھلے عام تشدد ولوٹ پاٹ میں ملوث ہونے کے باوجود عوام کے ایک بڑے طبقے کی ہمدردی اور حمایت حاصل کرتے رہے ہیں۔ کیوں کہ وہ لوگوں کو یہ فریب دینے میں کامیاب رہتے ہیں کہ وہ اپنے دھرم اور دیش کے وفادار ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی خونخوار فطرت کی تسکین کے لئے دہشت گردانہ حکمت عملی پر بھی کام شروع کررکھا ہے۔ قوم اور عوام کی سمجھ میں یہ بات اس وقت تک نہیں آئی تھی جب تک ان کے کرتوت کا بھانڈا بہادر کرکرے نے نہیں پھوڑا تھا۔

ملک میں کافی عرصے سے دہشت گردانہ وارداتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ان وارداتوں کی نوعیت مختلف اور متضاد رہی ہے۔ لیکن ہر طرح کے دہشت گردانہ حملے کے بارے میں یہ مان لیا جاتا تھا کہ ایک مخصوص فرقے کے لوگ ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ حالانکہ مختلف واقعات میں اس بات کے شواہد اور علامتیں ملتی رہی ہیں کہ ملک میں فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے والے لوگوں کا ہاتھ بھی ان میں ہوسکتا ہے۔ لیکن اقتدار کی مجبوریاں، انتظامیہ کا بدعنوان کردار اور ایک خاص فرقے (مسلمانوں) کے تئیں نفرت، حسد اور بغض کے گھٹیا جذبات ایسی علامتوں کو ثبوت بننے کا موقع ہی نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ ہیمنت کرکرے ایسے صداقت پسند، ایماندار اور فرض شناس افسر بن کر سامنے آئے، جنھوں نے وارداتوں کی جانچ ان کے صحیح تناظر میں کرنے کی کوشش کی اور جو ثبوت ملتے گئے ان کی بنیاد پر اصل مجرموں کو پکڑنے میں کوئی کم ہمتی نہیں دکھائی۔ ان پر سیاسی دباؤ بھی بنایا گیا، انہیں لالچ بھی دیئے گئے، ڈرایا بھی گیا، ان کے پر کترنے کے لئے سرکار کو گھیرا بھی گیا، حکومت اور انتظامیہ میں موجود لوگوں نے مبینہ طور پر انہیں 'ذرا دھیرے چلنے' اور 'زیادہ آگے نہ بڑھنے' کی بھی صلاح دی، لیکن اپنی فرض شناسی اور قوت ارادی کا ثبوت دیتے ہوئے انھوں نے ایسے لوگوں پر ہاتھ ڈالا جو پرم پوجنیہ بنے ہوئے تھے، فوج میں میجر اور کرنل بنے ہوئے تھے، انٹیلی جنس ایجنسیوں میں عہدیدار بنے ہوئے تھے۔

یہ معمولی بات نہیں تھی۔ ہیمنت کرکرے کا یہ کارنامہ آزاد ہندستان کی تاریخ میں انوکھی بات ہے، اور انتظامی کلچر میں ایک نئے نیا آغاز ہے۔ انہیں لازمی طور سے اس کے لئے اعزاز دیا جانا چاہئے۔ ●●

دلت مسئلہ : جڑ میں کون؟
दलित समस्या जड़ में कौन?

وشو ہندو پریشد کے رہنما اشوک سنگھل کا الزام ہے کہ:
"دلت سمسیا اسلامی حملہ آوروں کی پیداوار ہے" اور
"چھوت چھات اسلام کی دین ہے"

اس کتاب میں مصنف نے امت مسلمہ ہند کی جانب سے فرض کفایہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے "دلت سمسیا: جڑ میں کون؟" مرتب کرکے غلط فہمیاں پھیلانے والوں کا بھرپور جواب دیا، ہندوستان میں دلت سمسیا پیدا کرنے کے حقیقی ذمہ داروں کو بے نقاب کیا، اور ان سے ۲۳ چبھتے ہوئے سوالات کئے جو ہنوز جواب کے منتظر ہیں! کتاب میں اس حق کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ دلت سمسیا کا حقیقی حل کل بھی اسلام تھا اور آج بھی اسلام ہی ہے۔

دلتوں کے مسائل وحقوق، دردواضطراب، اُن پر ظلم وستم اور ان کے ردعمل کو مربوط طور پر پیش کرنے والی عظیم ہندی تخلیق دلت سمسیا: جڑ میں کون؟ ضرور پڑھئے، تاکہ عصری فتنوں سے آگاہی بھی رہے اور اس کے سدباب کی صورتوں پر غور بھی کرسکیں، دلت دوستوں اور ملاقاتیوں کو پیش کرنے کے لئے بہترین تحفہ۔ اہل قلم، دانشوروں، ممتاز شخصیات اور اخبارات ورسائل نے کتاب کا گرم جوشانہ استقبال کیا۔

مصنف : انتظار نعیم

☆ ہندی ایڈیشن Rs.100/- ☆ اردو ایڈیشن Rs.140/-

مدھر سندیش سنگم
فون نمبر: 011-26953327, 09212567559
ای میل: madhursandeshsangam@yahoo.co.in

حضرت محمدؐ: سیرت اور پیغام

کتاب	مصنف	قیمت
آپ کیسے تھے؟	عرفان خلیلیؒ	14/-
آخری رسول حضرت محمدؐ: سیرت اور پیغام	مولانا سید جلال الدین عمر	5/-
بزم پیغمبرؐ	مولانا مقبول احمد سیوہاروی	13/-
پیارے رسولؐ	افضل حسینؒ	10/-
پیارے نبیؐ ایسے تھے	مائل خیرآبادیؒ	10/-
پیکر جمیلؐ	حمید شاہد	100/-
حضرت محمدؐ: آغوش آمنہ سے غار حرا تک	علی اصغر چودھری	90/-
حضرت محمدؐ: غار حرا سے غار ثور تک	علی اصغر چودھری	115/-
حضرت محمدؐ: ہجرت سے الرفیق الاعلیٰ تک	علی اصغر چودھری	140/-
حیات رسولؐ (کوئز)	علی اصغر چودھری	40/-
در یتیم	ماہرالقادریؒ	60/-
دنیا کی عظیم ترین شخصیت	پروفیسر مرزا رفیع الدین احمد	5/-
رحمت عالمؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	5/-
رحمۃ للعالمینؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	8/-
سیرت کا پیغام	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	6/-
سیرت ختم الرسلؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	16/-
محمد عربیؐ	مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی	120/-
میلاد النبیؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	8/-
ہمارے حضورؐ	عرفان خلیلیؒ	14/-
ہمارے رسول پاکؐ	طالب ہاشمی	50/-
قائد انسانیتؐ	سلیم احمد فاروقی	18/-
سیرت سرور عالمؐ اول (مجلد)	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	310/-
سیرت سرور عالمؐ دوم (مجلد)	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	200/-
محسن انسانیتؐ (مجلد)	نعیم صدیقیؒ	225/-
سید انسانیتؐ	نعیم صدیقیؒ	55/-
عہد نبوی کا مدنی معاشرہ	ڈاکٹر سید محمد لقمان اعظمی ندوی	160/-
حیات سرور کائناتؐ	ابوبکر سراج الدین (مارٹن لنگس)	175/-
سیرت رسولؐ: دروس اور نصائح	محمد سعید رمضان البوطی	160/-
جلوہ فاراں	مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی	85/-
حضور اکرمؐ اور ہجرت	ڈاکٹر سید اسعد گیلانی	40/-
رسول کریمؐ کی جنگی اسکیم	عبدالباری ایم اے	65/-
رسول کریمؐ کی سماجی زندگی	متین طارق باغپتی	60/-
سرور عالمؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	6/-
غزوات رسول اللہؐ	بریگیڈیر گلزار احمد	90/-
غزوات مقدس	مولانا عنایت اللہ وارثی	45/-
نبی کریمؐ کی نمازیں	مولانا طاہر رسول قادری	22/-
نراشنس اور آخری رسولؐ	پنڈت وید پرکاش اپادھیائے	10/-
آنحضرتؐ کا سلسلہ نسب اور اہل کتاب	مولانا حمید الدین فراہیؒ	5/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652, 26946447(D) Fax : 26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com. Website: www.mmipublishers.net

بقیہ: تعمیر وترقی کے نام پر افغانستان کو تباہ کیا جارہا ھے

کو انسانوں کے سب سے نچلے درجے ہی میں نہیں حیوانات کے بھی بدترین طبقہ کا نمونہ بنا کر رکھا تھا۔ اب گورے کے بعد امریکی کالے صدر بھی عیسائیت کا وہی گھناؤنا نمونہ پیش کرنے میں سرگرم ہیں جو افغانیوں کو اپنے حال پر چھوڑنے کی بجائے اپنے یہاں کے پروردہ افغانیوں کے بھیس میں یورپی یا امریکی کٹھ پتلی کو بٹھا کر اس ملک کو پتھر کے دور میں پہنچا دینے کی کوشش کررہے ہیں۔ ایک طرف وہاں فوجیوں کی تعداد میں اضافے کے اعلانات کررہے ہیں تو دوسری طرف دولت کے سیلاب سے غداران وطن کی تعداد میں اضافہ کرکے وہاں اسلام کا نام لینے والوں کا نام ونشان مٹا دینے پر اپنی پوری قوت صرف کررہے ہیں۔

امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان میں ترقی، تعمیر اور فلاح وبہبود کے نام پر جس قدر دولت دینے کے اعلانات کئے ہیں اگر واقعی وہ دولت اس ملک میں ترقی، تعمیر اور فلاح وبہبود کے منصوبوں پر خرچ کردی جاتی تو اس ملک کا کوئی ایک شہر نہیں پورا ملک پیرس، واشنگٹن، روم اور ٹوکیوں سے بھی زیادہ ترقی یافتہ نظر آتا۔ لیکن عملی حالت یہ ہے کہ وہاں کے باشندے روزمرہ کی اشیاء سے پیٹ بھرنے کے لئے کھانے پینے کے سامان اور جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑے ولباس تک سے محروم ہیں۔ یہاں نہ تعمیر ہے نہ ترقی نہ فلاح ہے نہ بہبود۔ ہر طرف پرانے مکانوں کے کھنڈر نظر آتے ہیں جو کچھ دولت افغانستان کی تعمیر نو اور ترقی کے نام پر آتی ہے وہ محض کرزئی ٹولے کو اس کی ضمیر فروشی کے صلہ میں دی جارہی ہے جس سے وہ اپنے اپنے قلعے بنا رہے ہیں۔ سامان عیش وعشرت جمع کررہے ہیں اور بیرون ملک بینک بیلنس بنا رہے ہیں۔

ان کے محلات اور قلعوں کے علاوہ ہر جگہ کھنڈر، ویرانی اور بربادی کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ طالبان کے زوال اور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی انسانیت نوازی، دہشت گردی کے خاتمے اور تعمیر وترقی کے دعوؤں کے برعکس یہاں لوگوں کو پینے کا صاف، صحت بخش پانی تک میسر نہیں ہے۔ مریضوں اور زخمیوں کو علاج کی سہولتیں نہیں ہیں۔ خشک وتازہ میوہ جات اور پھلوں کے باغات اور ندیوں، جھرنوں اور تالابوں وجھیلوں کی کثرت سے کسی زمانے میں اس زمین پر جنت کا نمونہ نظر آنے والا یہ خطہ کہیں بھی کھنڈروں کے سوا کوئی منظر پیش نہیں کرتا۔ پھلوں ومیووں کے باغات اور نمک وکوئلے کی کانیں اس ملک کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہی ہیں۔ حامد کرزئی اینڈ کمپنی کے محلوں اور قلعوں میں یقیناً ہر طرح کی سہولتیں موجود ہیں، لیکن ان کے اردگرد کے کھنڈروں کو بجلی کی کرن بھی نصیب نہیں ہوتی جبکہ بھوک وافلاس بیماریوں اور وباؤں کا گویا امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ کوئی ٹھوس معاہدہ ہوچکا ہے۔ (ع ق)

"جو شخص دنیا سے پیار کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو ضرور نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرور بگاڑتا ہے، لوگو! دائمی کو عارضی پر ترجیح دو۔ (مشکوٰۃ شریف)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna,
S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

لیبل وکیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، خناق، کھانسی، نزلہ، وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

دو روزہ اجلاس عام وسیمنار

مدرسہ اسلامیہ راگھونگر بھوارہ مدھوبنی کے زیر اہتمام بعنوان "اسلام: امن اور انسانیت کا علمبردار" مورخہ ۱۴/۱۵/مارچ ۲۰۰۹ء بروز سنیچر واتوار منعقد ہونے جارہا ہے جس میں ملک کے نامور علماء کرام اور حضرات مفکرین ودانشوران تشریف لارہے ہیں۔

زیر صدارت : ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، صدر جامعہ سلفیہ بنارس،
زیر نظامت: فضل اللہ سلفی،

واضح رہے کہ ادارہ کی جانب سے تقریباً تیس سال بعد یہ اجلاس منعقد ہونے جارہا ہے جس میں ۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۷ء تک فارغین مدرسہ کی دستار بندی بھی عمل میں آئے گی۔ اس لئے آپ تمام حضرات سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کی گزارش کی جاتی ہے۔

منجانب: محمد نورالعین سلفی
کنوینر وسکریٹری مدرسہ اسلامیہ بھوارہ مدھوبنی (بہار)

دماغین برین ٹانک

(۱) دماغین ہر عمر کے ذہنی وجسمانی طور سے مصروف لوگوں کے لئے مددگار ہے
(۲) دماغین میں دوائی وغذائی اجزاء سے بھرپور مشہور پھل آملہ جزء اعظم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جس میں وٹامن "سی" سب سے زیادہ اور ساتھ میں کیلشیم اور فولاد بھی پایا جاتا ہے۔
(۳) دماغین یکسوئی کو بڑھاتا ہے۔ اور تھکان کم کرتا ہے۔
(۴) دماغین معدہ کی بدہضمی کو دور کرتا ہے اور ہضم کی اصلاح کرتا ہے۔
(۵) دماغین خوش ذائقہ تازگی وتوانائی سے بھرپور ایک یونانی دوا ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ایم اے ایف اکیڈمی
اے ۴۳ سیکٹر ۶۲، نوئیڈا

فاؤنڈر: محمد ابوالفضل فاروقی

نرسری تا XI داخلے جاری

★ سی بی ایس ای سے منظور شدہ ★ سی بی ایس ای کورس
★ اعلیٰ تربیت یافتہ اسٹاف ★ بچے کی پروگریس پر ہر وقت نظر
★ ہر طالب علم پر خصوصی توجہ ★ سیکشن میں صرف ۲۵ طلباء
★ ابتداء سے کمپیوٹر کی تعلیم ★ ہر وقت بجلی کے لئے جنریٹر موجود
★ ضروری سامان سے آراستہ سائنس لیب
★ کمرہ روشن، ہوادار، تپش سے محفوظ ★ ۲۴ ہزار مربع گز کا وسیع رقبہ
★ صد فیصد نتائج ★ سیٹیں محدود ★ داخلہ فارم ویب سائٹ پر دستیاب
★ داخلے کیلئے بچے کا ہونہار ہونا کافی ★ ٹرانسپورٹ کے لئے محفوظ اور آرام دہ بسیں
★ ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور جدید ترین سہولتوں سے آراستہ نہایت خوشنما عمارت
صد فیصد رزلٹ کے ساتھ سبھی طالب علم فرسٹ ڈویژن ڈسٹنکشن (Distinction) کے ساتھ پاس ہوئے ہیں۔

اعلیٰ ترین سہولتوں کے باوجود فیس کفایتی

Phone: (0120) 2400522, 6545202
Fax:(0120)2400510
e-mail: info@mafacademy.com
Website: www.mafacademy.com

اسرائیلی ٹی وی پر اہانت رسولؐ

غزہ- اسرائیلی ٹیلی ویژن چینل کے ایک پروگرام میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اس وقت ارتکاب کیا گیا جب شرکاء میں سے ایک ناطان بشیف کن نے اپنے جوتوں اور نبی مہربان کے ذکر کو یکجا کردیا۔ فلسطینی وزارت مذہبی امور کے ڈاکٹر طالب ابوشاعر نے مذکورہ اسرائیلی پروگرام کے نشر ہونے کی شدید مذمت کی ہے۔ اور کہا ہے کہ چینل نے جان بوجھ کر یہ پروگرام نشر کیا ہے تاکہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جاسکے۔ ڈاکٹر ابوشاعر نے مزید کہا کہ دنیا بھر کے مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اسرائیلی مہم کی شدید مذمت کرتے ہیں کیونکہ اس پروگرام میں اخلاق، شائستگی اور آداب گفتگو کے تمام معیار پس پشت رکھ دیئے گئے ہیں۔ جب کہ انہیں معلوم ہے کہ ایک ارب سے زائد انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں۔

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرائین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر "دعوت" ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی
اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن
سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوثر ندوی، اشرف علی بستوی

قادری دواخانہ کی کامیاب ترین یونانی دوائیں

DIAL
033-2469-3173
033-2489-3539

گٹھیا کے درد میں؟
کسی بھی قسم کے درد چوٹ موچ گٹھیا۔ جلنے کٹنے اور بچوں کی مالش میں بہت ہی مفید ہے۔

زعفرانی تیل ®

گیسٹک کے درد میں

قبض ٹروجن

بدہضمی، بھوک کی کمی، درد جگر، قبض، سینے کی جلن اور پیٹ کے جملہ امراض میں بہت ہی مفید ہے

Qadri Dawakhana
B-18, NAWAB WAJID ALI SHAH ROAD, KOLKATA - 24,
DISTRIBUTORS:
DARYA BADI DAWAKHANA 393, E. R. Road, Pydhonie, Mumbai - 400 003 Ph: 022-2341-1957,
RELAX ENTERPRISES 3416, Bahishti Wada, No.1, Dhule, - 424 001 Ph: 02562-236952

جموں وکشمیر یتیم خانہ سری نگر
ایک تعارف

یہ ادارہ ★ دو ہوسٹل چلاتا ہے جن میں چار سو یتیم بچے رہتے ہیں ★ یتیموں کے لئے ایک چیریٹیبل ہائر سکنڈری اسکول چلاتا ہے ★ مختلف آبادیوں میں دستکاری کے ساتھ چیریٹیبل مراکز چلاتا ہے ★ چار سو بیواؤں کو ماہانہ امداد دیتا ہے ★ ایک سو معذور افراد کو مالی امداد فراہم کرتا ہے ★ یتیم بچیوں کو مالی امداد دے کر شادی کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ★ تعلیم کے لئے سو یتیم بچیوں کی مدد کرتا ہے ★ ہائیر اور ٹیکنیکل تعلیم کے لئے منتخب شدہ یتیم بچوں کی مالی امداد کرتا ہے ★ غریب، نادار اور محتاج مریضوں کی روزانہ امداد کرتا ہے

اس یتیم خانے کا معائنہ کیجئے

اور ہماری عملی خدمات اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ ہر چیز کھلی ہے، حسابات چیک ہوتے ہیں۔ ۲۰۰۸-۰۹ء کا بجٹ تقریباً دو کروڑ روپے ہے۔ ہم اپنی یہ خدمات بلا لحاظ مذہب وملت پیش کرتے ہیں۔ بس آخرت میں اچھے اجر کی طلب اور دوزخ سے پناہ مطلوب ہے۔

اپنے عطیات اس نام سے بھیجیں
"J & K YATEEM KHANA, A/C No. SB7378"
JK Bank, Chawri Bazar, Delhi-110006

ایس اے بخاری (چیئرمین)
09419059772

Jammu & Kashmir Yateem Khanah (Orphanage)
Bemina - Chatabal Crossing, Srinagar - 190010
Ph.: 0194 - 2471707, Mob.:09419056249, 09419059133,
Fax:0194-2481056